



سیدنا عمر فاروق
رضی اللہ عنہ
کی زندگی کے
سُہرے واقعات

عبدالملک مجاہد

www.KitaboSunnat.com



اسلامی کتب کا نیا انداز

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب

← عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

← مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)

کی جاتی ہیں۔

← دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

← کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

← ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

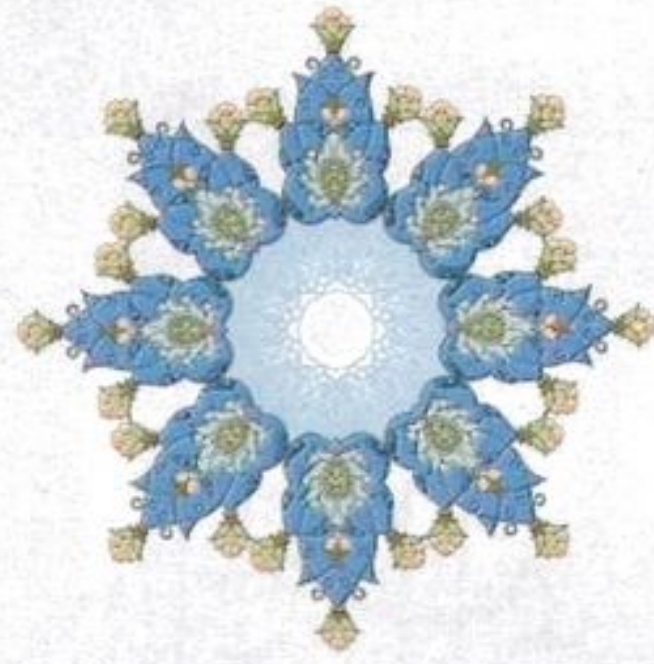
← نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com



سیدنا عمر فاروقؓ کی زندگی کے سُہرے واقعات



سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زندگی کے سنہرے واقعات

عبدالملک مجاہد



دارالسلام

کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

ریاض جدہ - شارجہ - لاہور - کراچی
اسلام آباد - لندن - ہیوسٹن - نیویارک

مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ

دارالسلام



سعودی عرب (ہیڈ آفس)

پوسٹ بکس: 22743 الزیاض: 11416 سعودی عرب فون: 4033962-403432 00966 1 فیکس: 4021659
info@darussalamksa.com riadh@darussalamksa.com
www.darussalamksa.com

- الزیاض - الفیاض: فون: 4614483 01 فیکس: 4644945
- المنزل: فون: 4735220 01
- سویلم فون: 2860422 01
- مندوب الریاض: موبائل: 0503459695
- تقسیم (بریدہ): فون / فیکس: 3696124 06 موبائل: 0503417156
- مکہ مکرمہ: موبائل: 0502839948
- مدینہ منورہ فون: 8234446 04 فیکس: 8151121
- موبائل: 0504296740
- جدہ فون: 6879254 02 فیکس: 6336270
- الغیر فون: 8692900 03 فیکس: 8691551
- بنج البحر فون / فیکس: 3908027 04
- نمیس مشیل فون / فیکس: 2207055 07

شارجہ فون: 5632623 6 00971 امریکہ بوسٹن: 7220419 713 001 نیویارک: 6255925 718 001
لندن فون: 4885 539 208 0044 آسٹریلیا فون: 4040 9758 2 0061

پاکستان ہیڈ آفس و مرکزی شو روم

36- لورمال، سیکرٹریٹ ٹاپ، لاہور

فون: 37232400-37240024-37324034 42 0092 فیکس: 37354072 موبائل: 8484569-0322
Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com

• غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 37120054 فیکس: 37320703 موبائل: 4439150-0321

• Y-260 بلاک کرشل ایریا، فیر III ڈیفنس، لاہور فون: 35692610 موبائل: 4212174-0321

کراچی مین طارق روڈ، (D.C.HS / 110, 111-Z) ڈالمن مال سے (بہادر آباد کی طرف) دوسری گلی، کراچی
فون: 34393936 فیکس: 34393937 موبائل: 2441843-0321

اسلام آباد F-8 مرکز، اسلام آباد فون / فیکس: 2281513 موبائل: 5370378-0321

فہرست عناوین



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

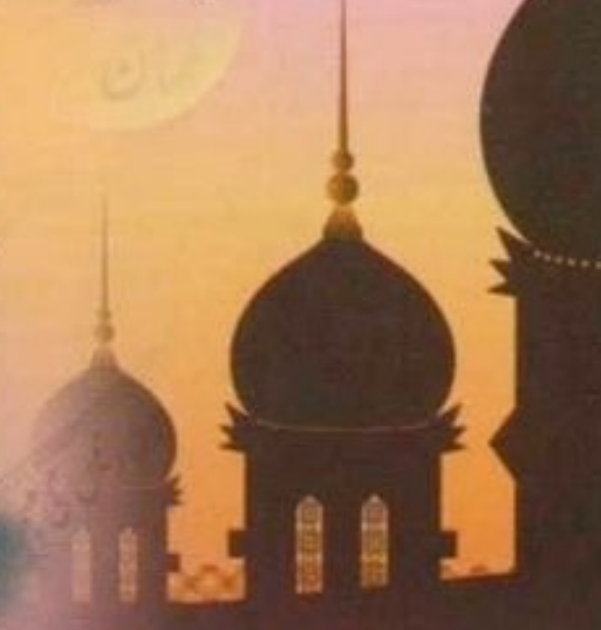
اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے۔

© مکتبہ دار السلام، ۱۴۳۲ھ
فہرستہ مکتبہ الملک فہد الوطنیہ أثناء النشر
مجاہد، عبدالمالک
قصص ذہبیہ من حیاة سیدنا عمر الفاروق رضی اللہ عنہ/
عبدالمالک مجاہد - الرياض، ۱۴۳۲ھ
ص: ۳۱۹، مقاس ۲۴ x ۱۷ سم
ردمک: ۸-۱۴۵-۵۰۰-۶۰۳-۹۷۸
(الكتاب باللغة الأردية)
۱- عمر بن الخطاب بن نفیل، ت ۲۳ھ - ۲- التاريخ الإسلامی -
عصر صدر الاسلام أ.العنوان
دیوی ۲۳۹، ۹۷۸/۷۹۴۳

رقم الإيداع: ۱۴۳۲/۷۹۴۳
ردمک: ۸-۱۴۵-۵۰۰-۶۰۳-۹۷۸

صفحہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر	موضوع
35	دنیا کی سب سے قیمتی چیز	15	عرض ناشر
36	فاروق کا لقب	18	سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے جد امجد کا خصوصی مقام
	سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہو جانے	19	سخت گیر والد
36	سے دعوت کے کام پر اثرات	20	سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شکل و شباہت
37	سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تواضع	21	چالیسواں مسلمان
38	سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا علم	21	سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے والد کی بتوں سے شدید محبت
38	سیدنا صہیب رومی رضی اللہ عنہ کا بیان	22	سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا لڑکپن اور جوانی
39	سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سفر ہجرت	23	عائلی زندگی
40	سیدنا عمر فاروق کی فراست	24	ایک دانا اور بہادر خاتون سے شادی
41	تیرے لیے اللہ ہی کافی ہے	24	حالت اسلام میں شادیاں
42	سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دوراندیشی	25	آل رسول سے رشتہ داری
44	بے سود ریاضت پر اظہار تأسف	26	جفا سے وفا کی طرف
45	اطاعت رسول ﷺ میں مستعدی	28	بہن اور بہنوئی کے قبول اسلام پر رد عمل
46	غزوہ احد میں دشمن کو مسکت جواب	28	آسمان میں فیصلہ
47	سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا رعب و دبدبہ	31	سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مردم شناسی
48	سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور ابو جندل	32	اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضری
49	سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا امتیازی کردار	33	قریش کو سیدنا عمر فاروق کے اسلام لانے کی اطلاع
50	اسلام دشمنوں کے لیے ننگی تلوار	34	دفاع اسلام میں سیدنا عمر کی کوششیں
52	سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی دانشمندانہ رائے	34	دو بڑے اعزاز
		35	راہ حق میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی استقامت

فہرست عناوین



صفحہ نمبر

موضوع

صفحہ نمبر

موضوع

صفحہ نمبر

موضوع

صفحہ نمبر

موضوع

108	اللہ کے رسول ﷺ کا غایت درجہ احترام
109	جو مشرق سے مغرب تک کے فرمانروا تھے
110	زہد اور تقویٰ
110	تراشے
111	سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اقوال زریں
112	تراشے
113	اجتہادی آراء کا احترام
113	کلمہ حق کہنے والے کی حوصلہ افزائی
114	اللہ کی نعمتوں سے استفادہ زہد کے منافی نہیں
115	گورنروں کے وظائف
116	سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے اور تائید الہی
116	بے حد فروتنی اور سادگی
117	سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا احترام
118	امیر المؤمنین کے بیٹے کا اونٹ
118	بیٹی کو تنبیہ
119	اہل خانہ کی تربیت
119	بیٹے پر سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو ترجیح
120	اللہ کا خوف اور خشیت
120	بیٹے کو تجارت کی ترغیب

90	اسلام کی عزت ہمارے لیے کافی ہے
92	سرکاری اہل کاروں کا محاسبہ
92	یہودیت سے بیزاری اور حقیقت سے وابستگی
93	بے مثال نظام حکومت
94	دشمن کے ساتھ عمدہ سلوک
94	دانش مندانہ پالیسی
96	امیر المؤمنین کا مشاہرہ
97	سن بھری کا آغاز
98	محاسبہ نفس کا ایک اور انداز
99	بعد کے خلفاء کو مشقت میں ڈال دیا
100	حدود حرم کا احترام
102	مضروب کو راضی کرو یا قصاص دو
103	اچھے اور برے حکمران کا فرق
103	تراشے
104	کسری کا لباس ایک بد و سردار کے جسم پر
105	امیر المؤمنین کا لقب
106	بیت المال کی اونٹنی کا دودھ
106	بیت المال کا شہد
107	رعایا کے سامنے جوابدہی

70	نبی کریم ﷺ کی وفات کا صدمہ
72	سیدنا عمر فاروق کا قائدانہ کردار
74	سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نامزدگی کے لیے مشاورت
76	سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وصیت
78	جا کر گھر کی خبر لو
79	سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قیمتی نصیحتیں
79	سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا انداز خطابت
80	سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیاسی حکمت عملی
80	عہد فاروقی میں اسلامی ریاست کی حدود
81	پہلا خطبہ خلافت
82	اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے اللہ تعالیٰ کی تقدیر کی طرف
83	بادشاہ اور خلیفہ میں فرق
84	اصلی مساوات
85	یہ مال تمہارے باپ کی کمائی کا نہیں
86	اسلام میں کوئی زبردستی نہیں
86	عیسائی غلام سے حسن سلوک
87	خدام کے ساتھ برتاؤ
88	کافر سپہ سالار سے ایفائے عہد
89	غیر مسلموں کو امان نامہ

54	غزوہ حنین میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ثابت قدمی
55	خیر کے کاموں میں سبقت
56	سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بحیثیت راوی حدیث
56	سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب اور کنیت
57	سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اللہ ﷺ کا تحفہ
58	سیدنا عمر کی فقہی بصیرت
60	بیٹے کی حوصلہ افزائی
60	جنت کے محل کی بشارت
61	اپنی جان سے بڑھ کر عزیز
62	قرآن کریم کی تدوین
63	دور جاہلیت میں عمر رضی اللہ عنہ کی خوبیاں
64	سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے شیطان کی مرعوبیت
65	بہترین انتخاب
65	شہادت کے لیے دعا
65	نیک شگون
66	ابو مسلم خولانی کے بارے میں سیدنا عمر کے جذبات
66	آج کسی انسان کی حاکمیت نہیں
67	تراشے
68	معاذ رضی اللہ عنہ کی یمن سے واپسی پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی رائے

فہرست عناوین



صفحہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر	موضوع
170	اپنی صحت کا خیال نہ رکھنے پر تنقید	156	قبول اسلام میں سبقت کرنے والوں کو ترجیح	139	سیدنا علیؑ بطور مشیر خاص	121	ام سلیط کی قدر دانی
170	بچوں کی تربیت	156	ایک زخم خوردہ مجاہد کی عزت افزائی	140	اے عمر! اللہ سے ڈرتے رہنا	122	ازواج مطہرات سے حسن سلوک
171	بچوں پر شفقت	157	سیدنا علیؑ کے سر کو بوسہ	141	تراشے	124	سیدنا علی بن ابی طالبؑ اور ان کی اولاد کی توقیر
172	ایک شرابی کو نصیحت	158	عورتوں کے حقوق	142	خزانے کی مساویانہ تقسیم	125	صدقے کے اونٹوں کی خدمت
173	ایسی چال ترک کر دو!	159	سیدنا عمرؑ کی دلی آرزو	142	اصلاحات عمر	125	فخر و غرور سے نفرت
173	سیدنا عمرؑ کی خود احتسابی	159	زہد اور تقویٰ	143	مجوسی غلام کی دھمکی	126	عبداللہ بن عباسؑ سے محبت
174	تراشے	160	ایک میت کے بارے میں گواہی	144	انصاف اور بے خوفی	127	سیدنا عبداللہ بن عباسؑ کا علمی مقام و مرتبہ
175	ایک پتھر ہے نقصان دے سکتا ہے نہ نفع!	161	سیدنا عمرؑ کا رعب و دبدبہ	144	دنیا انہیں مائل نہ کر سکی	128	وفاداری کا صلہ
176	بیٹے کا مال بیت المال میں جمع کرنے کا حکم	161	تراشے	145	کیا میں خائن حکمران بن جاؤں؟	129	امانت کا شدید احساس
177	خليفة کے لیے متفقہ لقب	162	اولاد رسول ﷺ کی تکریم	146	سیدنا عمر فاروقؑ کے ہاں آدمی کو جانچنے کا معیار	130	عہد فاروقی میں عورتوں کا مرتبہ و مقام
178	خليفة کے اخراجات کی حد	163	بیٹے کا احتساب	147	اس مہم کے لیے میں حاضر ہوں	131	سر راہ عورت سے گفتگو پر سرزنش
178	اسباب کو اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں	164	عسکری قوانین کی ابتدا	147	دنیا و آخرت کے ساتھی	132	بیت المال کے قرض سے گریز
179	آثار انبیاء کو مساجد کا درجہ دینے کے نقصانات	165	آخرت کے لیے فکر مندی	148	عدی بن حاتمؑ کی تحسین	134	مجاہدین کی ڈاک
179	بیعت رضوان والے درخت کی کٹائی	166	شہروں میں سرکاری چراگاہیں	149	ماں کا فرمانبردار مجاہد	135	شہید بیٹوں کا وظیفہ ان کی ماں کے نام
180	فتنوں کی بیخ کنی	167	غلامی کے خاتمے کی کاوش	150	اویس قرنیؓ سے دعا کی درخواست	135	مجاہدین کے گھرانوں کی سرپرستی
181	اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے	168	عمینہ بن حصن کی بے بسی	151	نصیحت قبول کرنے کا حوصلہ	136	ہند بنت عتبہ کی گواہی
181	تراشے	168	ابوسفیانؑ اور ان کا کلی گھر	152	سیدنا عمر فاروقؑ اور عبداللہ بن حذافہؑ	137	سیدہ خولہ بنت ثعلبہؑ اور سیدنا عمر فاروقؑ
182	نمازوں میں خشوع و خضوع	169	شریک حیات کے انتخاب میں جذبات کا احترام	154	بیت المقدس کی فتح کے موقع پر فرخاندانہ طرز عمل	138	سیدنا ابوبکرؑ اور سیدنا عمر فاروقؑ میں فرق
183	نمازوں کا اہتمام	169	تراشے	155	ایک غلام کی قریشی عورت سے شادی	139	رسول اللہ ﷺ کا خواب

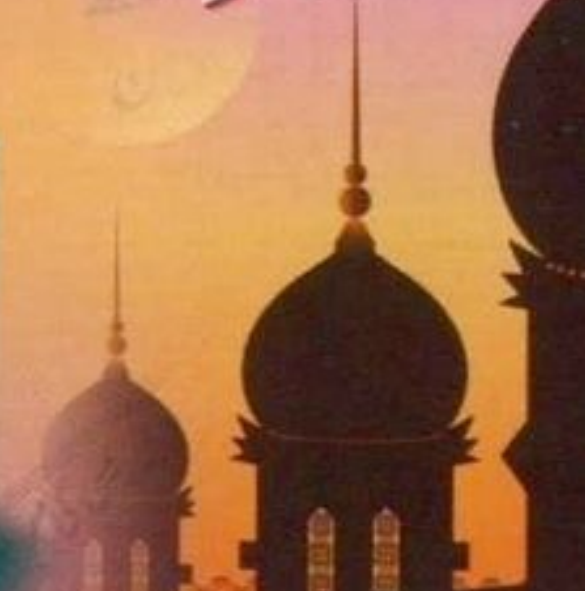
فہرست عناوین



صفحہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر	موضوع
198	تجارت اور بازاروں کی خبر گیری	213	کوتاہی کا تدارک
199	ادھار کی صورت میں سونے چاندی کا تبادلہ سود ہے	214	کیا تم قیامت کے دن میرا بوجھ اٹھاؤ گے؟
200	ذخیرہ اندوزی کی ممانعت	216	امیر المؤمنین! اپنے دوست کو بیٹے کی خوشخبری سنائیے!
201	تراشے	217	تراشے
202	تجارتی اصلاحات کی تحفید	218	سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان مکمل ہم آہنگی
203	تجارتی نظام کی سخت نگرانی	219	رفاہی حکومت
203	تراشے	219	امت کے چار قاضی
204	آسمان سے سونے چاندی کی برسات نہیں ہوگی	220	انصاف پسند حکمران
204	مسلمانوں کی سرکردہ شخصیات کو تجارت کی ترغیب	221	حاضر جوابی اور معاملہ فہمی
205	محنت اور کمائی کی ترغیب	221	اسماء الرجال کے علم کی بنیاد
206	ماہرین فن کی عزت افزائی	222	دوسروں کی رائے کا احترام
207	اہل کمال کی قدردانی	223	دین اور دنیا ساتھ ساتھ
207	دو آدمی دو ہزار کے برابر	224	سیدنا عبداللہ بن عباس کی قرآن فہمی
208	ریکارڈ رکھنے کی ابتدا	225	غوطہ خور! غوطہ لگا!
209	تراشے	226	سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا احترام
210	نومولودوں کے وظیفے کا اجرا	226	ابن عباس رضی اللہ عنہ کے کمالات
210	یتیموں کی خبر گیری	227	تراشے
211	جانور کو پسینہ آنے پر اظہار ملال	228	عہد فاروقی میں علم کے سرچشمے
212	وہ تمہیں دیکھ تو نہیں رہے	228	علماء کا احترام
183	نماز جمعہ کا اہتمام		
184	اتباع نہ کہ اختراع		
184	رسول اللہ ﷺ کا خواب		
185	مسجد رسول اللہ ﷺ کا احترام		
186	رسول اللہ ﷺ کے احکامات کا احترام		
187	عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا احساس ذمہ داری		
188	نماز تہجد کا اہتمام		
188	تہجد کی قضا		
189	سیدنا عمر فاروق کی آرزوئیں		
190	ملکہ روم کا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو تحفہ		
192	باجماعت نماز تراویح		
193	سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ذوق عبادت		
193	اجتہاد		
194	اسلام کی پہلی سرکاری مضاربیت		
195	تراشے		
196	سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حج		
196	رسول اللہ ﷺ کا خواب		
197	گرانی کی روک تھام		
197	ذخیرہ اندوزی کا انسداد		

صفحہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر	موضوع
229	علم کی اشاعت و ترویج	213	کوتاہی کا تدارک
230	مساجد کی تعمیر	214	کیا تم قیامت کے دن میرا بوجھ اٹھاؤ گے؟
231	علمی مراکز کی تعمیر	216	امیر المؤمنین! اپنے دوست کو بیٹے کی خوشخبری سنائیے!
231	تعلیم دین میں مسجد کا کردار	217	تراشے
232	حصول علم بھی عبادت ہے	218	سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان مکمل ہم آہنگی
232	فن خطاطی اور املاء کا اہتمام	219	رفاہی حکومت
233	عمدہ شعراء کی تعریف	219	امت کے چار قاضی
233	زندہ دلی	220	انصاف پسند حکمران
234	مسجد حرام کی توسیع	221	حاضر جوابی اور معاملہ فہمی
235	مسجد نبوی کی توسیع	221	اسماء الرجال کے علم کی بنیاد
236	مساجد کا اہتمام	222	دوسروں کی رائے کا احترام
237	مسافروں کے لیے سہولتیں	223	دین اور دنیا ساتھ ساتھ
237	نہروں کی کھدائی	224	سیدنا عبداللہ بن عباس کی قرآن فہمی
237	دارالافتاء	225	غوطہ خور! غوطہ لگا!
238	ازواج مطہرات کا حد درجہ احترام	226	سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا احترام
239	دانیال علیہ السلام کی قبر	226	ابن عباس رضی اللہ عنہ کے کمالات
239	تلاوت قرآن سے محبت	227	تراشے
240	خلیف امیر المؤمنین	228	عہد فاروقی میں علم کے سرچشمے
241	بری و بھری وسائل نقل و حمل کی نگہداشت	228	علماء کا احترام

فہرست عناوین



صفحہ نمبر

موضوع

صفحہ نمبر

موضوع

صفحہ نمبر

موضوع

صفحہ نمبر

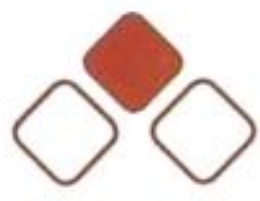
موضوع

287	ہمیں اللہ یاد کرو
288	سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ سے مکالمہ
288	باپ کی قسم
289	زندگی ایک سفر
289	حکمران امانت دار تو رعایا دیا نیت دار
290	جنت کی خوش خبری
291	جاہلوں سے اعراض
292	اب علی کو آنا چاہیے
292	دین کے معاملے میں سب سے پختہ
293	شیاطین خوف کے مارے سرپٹ بھاگ رہے ہیں
294	خلافت و شہادت
294	نابغہ روزگار شخصیت
295	ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا خواب
296	خدمت خلق
296	رسول اللہ ﷺ کا ادب و احترام
297	یہ تو وہی ہیں جنہوں نے مشک اٹھائی تھی
297	یہ تمہاری مشک کا نام تو نہیں!؟
298	باباجی آپ ٹھیک کہتے ہیں
300	نرمی اور شفقت

277	جاہلیت اور اسلام میں عرب و عجم کا فرق
278	اذان سن کر رستم کی بوکھلاہٹ
279	حکمت کی باتیں
279	گورنری کے لیے معیار
280	بے لگام خواہشات کے خطرات
280	دوسروں کی آنکھ کا تنکا اور اپنی آنکھ کا شہتیر
281	بیان کا زہد تھا
282	میانہ روی
282	فقراء کا مالداروں کے پاس جانا
283	عوام الناس کی فکر
283	کم ہمتی کے خطرناک نتائج
284	حق بحق دار رسید
284	میرے لیے دعا کرو
285	بیویوں کے ساتھ حسن سلوک
285	گوشت کا نشہ
286	ایسا پیٹ جو جہنم میں لے جائے
286	اقرباء پروری سے نفرت
286	ابوعیسیٰ کنیت پر سرزنش
287	آپ کے والد میرے والد سے بہت بہتر تھے

258	سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نظر میں علم کی اہمیت و فضیلت
259	سیدنا عمر فاروق کا ایک قیمتی قول
260	نیک دل گورنر، ماں سے بھی زیادہ شفیق
261	بچوں سے شفقت نہ کرنے والا عامل نہیں ہو سکتا
261	اذان کے لیے قرعہ اندازی
262	سابقہ حکام کا احترام
262	لوگوں کا ذکر بیماری
263	مکران کی فتح (23ھ)
264	قیمتی جواہرات سے بھرے دوٹو کرے
264	کسری کے خاص پھل عام کسانوں کے لیے
265	نئے جنگی طریقے اور حربی چالیں
266	ام حکیم رضی اللہ عنہا کا مجاہدانہ کردار
267	سپہ سالار اور عام سپاہیوں کے لیے ایک کھانا
268	مقوس کی بیٹی ارمانوسہ
269	سیدنا عمر فاروق کے اقوال و زریں
270	فتنوں کے پھیلاؤ میں مضبوط رکاوٹ
272	سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی فتوحات پر اہل فارس کا رد عمل
274	مسلمانوں کا وفد کسری کے دربار میں

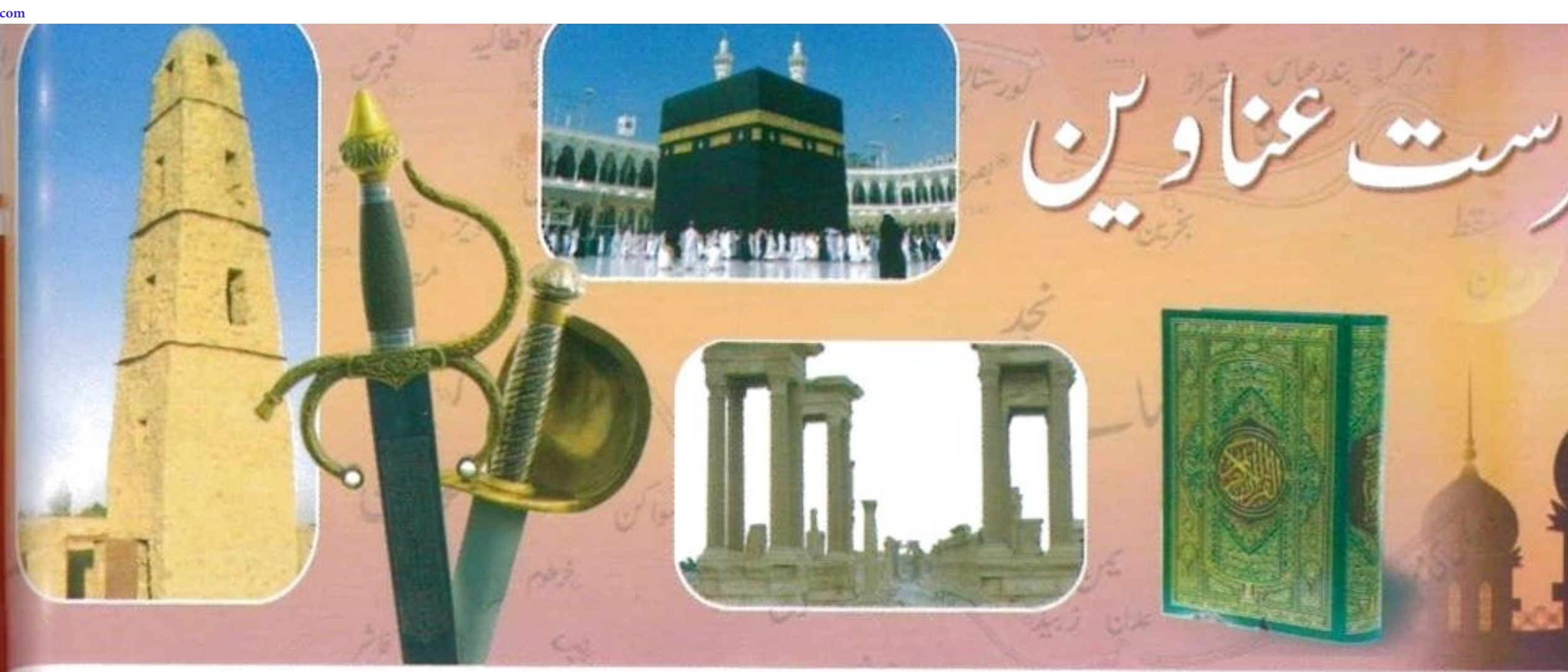
241	یتیم کا مال
242	بے شمار غنیمت کا مال
243	چھاؤنیوں کی تعمیر
243	غذائی گودام کی وسعت
244	رمادہ کے سال پناہ گزینوں کے لیے کیمپ
245	بحران میں خلیفہ وقت کا مثالی کردار
246	امت کی پریشانیوں کا احساس
246	حاکم عام مسلمانوں جیسا ہی ہے
247	مریضوں اور کمزوروں کی نگہداشت
247	امیر المؤمنین..... عوام کا خادم
248	دیگر شہروں سے مدد کا حصول
249	قطر سالی سے نجات کی دعائیں
249	عمال کی کارکردگی رپورٹ
250	آرزوئے شہادت
252	یہاں کوئی اونچ نیچ نہیں ہے
254	سیدنا حسن و حسین سے محبت
255	کامیابی کا راز بے لاگ انصاف
255	اقرباء پروری کی خرابیاں
256	کیا میں نے نماز مکمل کر لی تھی!؟



سیرت

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسالت مآب ﷺ کی زبان اقدس سے عبقری شخصیت کا خطاب پایا، وہ بلاشبہ عبقری شخصیت تھے۔ قدرت نے انہیں ایک عظیم الشان کام کے لیے منتخب کیا۔ انہوں نے نہایت حکمت و دانش اور جانبازی سے قیصر و کسری کی سطوت و حشمت اور قوت کو پاش پاش کر دیا۔ میری خوش قسمتی ہے کہ بچپن سے ہی والدین نے میرے دل میں صحابہ کرام کی محبت ڈالی تھی۔ زمانہ طالب علمی میں میرے لیے سب سے اہم کتاب علامہ شبلی نعمانی کی ”الفاروق“ تھی۔ علمائے کرام اور واعظین سے بھی سیرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر الحمد للہ بہت ساری تقاریر سنیں۔ جب سن شعور کو پہنچا تو ان کی سیرت کے حوالے سے متعدد کتب اور مضامین پڑھے اور پھر ان کے بارے میں لکھنے کی سعادت بھی حاصل کی اور جب کبھی موقع ملا تو ان کے بارے میں بعض پروگراموں اور مجالس میں گفتگو بھی کی۔

کئی سال پہلے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے مکتبات پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں متعدد کتب دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جن میں ان کی زندگی کے متعدد واقعات



صفحہ نمبر

311

312

312

313

314

314

314

315

315

316

316

317

317

317

318

318

318

319

319

319

موضوع

میں ان کی راہ سے نہ ہٹوں گا

تین خوش نصیب مسافر

آپ خاص مہمان ہیں

مٹھاس چلی جائے گی کڑواہٹ باقی رہے گی

قط کی مشکلات تک گھی سے پرہیز

مشرکین کی نقل سے اجتناب

ابن خطاب! اللہ سے ڈرتے رہو

بے قراری اور غم کی شکایت صرف اللہ سے

اللہ تعالیٰ کے حساب لینے سے پہلے اپنا محاسبہ

جو چاہے مٹا دے جو چاہے ثابت کر دے

خیر کا کلمہ

گھر والوں کو نماز کی تاکید

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نصیحت

بچوں سے مشورہ

جب جانیں ملائی جائیں گی

حسب و نسب یاد رکھو

تراشے

تب تک وہ بھلائی پر رہیں گے

چکی توبہ

برے دوست سے تنہائی اچھی

صفحہ نمبر

300

301

301

302

302

303

304

304

305

305

306

307

307

307

308

308

309

310

310

311

ادھیڑ عمر جنتیوں کے سردار

شہداء کے ورثاء کی تکریم

باغ کا صدقہ

دیرینہ خواہش

تراشے

سیدنا عمر فاروق کی گواہی

اللہ کی طرف سے ایک اور موافقت

تراشے

ہم تینوں ان واقعات کی تصدیق کرتے ہیں

امت کی رہنمائی

بابرکت تجویز

الہامی شخصیت

ابو عبیدہ کی بیوی کا سچا خواب

تراشے

مجھے بھی اپنی دعا میں شامل کر لیں

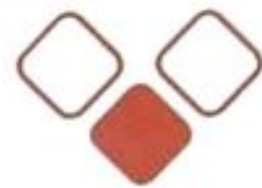
فیصلے سے پہلے اللہ سے دعا

وہ اپنی سست روی کو ملامت کرے

فتنوں کے متلاشیوں کا علاج

حاجت مند کا حق

سلمہ ہندی سے حلف لیا جائے





بیان کیے گئے تھے۔ کئی مرتبہ خیال آیا کہ نو جوان نسل کے لیے مختلف کتابوں سے صحیح واقعات کا مجموعہ اکٹھا کروں۔ بازار میں ان کے واقعات کے جو مجموعات پر مشتمل کتب دیکھیں تو محسوس ہوا کہ ان واقعات پر ابھی خاصی محنت کی ضرورت ہے۔

اسی دوران سیرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر دو جلدوں میں دارالسلام سے کتاب شائع کی گئی۔ یہ کتاب ڈاکٹر علی محمد الصلابی کی ہے۔ جس میں انہوں نے کمال محنت سے ان کی سیرت کو تسلسل سے بیان کیا گیا ہے۔ میں نے اس کتاب کو شروع سے آخر تک پڑھا تھا چنانچہ جن واقعات کو نو جوان نسل کے لیے مناسب سمجھا ان پر نشان لگا دیا۔ اور پھر اسے اپنی زبان میں ڈھالنے کی کوشش کی اور کچھ نہ کچھ تبدیلی بھی کی۔

الفاروق کو پھر پڑھا اور اس میں سے بہت سارے واقعات کو نشان لگا دیا۔ پھر مختلف کتابوں کو پڑھنا شروع کیا۔ متعدد واقعات امام طبری کی کتاب (الرِّيَاضُ النَّصْرَةُ) سے لیے۔ کچھ واقعات الرحيق المختوم، کچھ واقعات ڈاکٹر عائض القرنی کی کتاب (المِسْكُ وَالْعَنْبَرُ فِي خُطْبِ الْمُنْبَرِ) سے لیے۔ چند ایک واقعات (مَوْسُوعَةُ الْقَصَصِ الْوَأَقِيعَةِ) سے لیے ہیں۔ اس طرح مختلف کتابوں کے واقعات کو جمع کرنے کے بعد یہ بڑا خوبصورت گلدستہ بن گیا ہے۔ میری یہ پرانی عادت ہے کہ جب میں کوئی کتاب پڑھتا ہوں تو اہم واقعات پر نشان لگا دیتا ہوں۔ ان نشان زدہ واقعات سے کتاب کو مرتب کرنے میں خاصی مدد ملتی ہے۔

شام کے مشہور خطیب اور مؤلف محترم شیخ علی طنطاوی میرے نہایت پسندیدہ مؤلف ہیں۔ ان کی کتاب «أَخْبَارُ عُمَرَ» سے بھی کچھ واقعات لیے ہیں۔ میرا ہدف نو جوان نسل ہے۔ حتی الامکان میں نے کوشش کی ہے کہ واقعات میں تکرار نہ ہو۔ مگر بعض اوقات ایسا ہوا کہ ایک ہی واقعہ کو مختلف مؤلفین نے اپنے اپنے انداز میں بیان کیا اور سبھی نے عمدہ بیان کیا۔ اس لیے ممکن ہے کہ چند ایک ایسے واقعات بھی مل جائیں جو کسی اور انداز میں دوبارہ ذکر کیے جائیں۔

کتاب مرتب کرنے کا خیال آیا تو میں اس ادھیڑ بن میں تھا کہ اس کا ڈیزائن کس طرح کا ہو کہ قارئین ایک نئے انداز میں کتاب کو پڑھ سکیں۔ میں نے دارالسلام کے سینئر ڈیزائنر جناب شہزاد احمد سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے میری مشکل کو حل کر دیا۔ اور کہنے لگے: اس کتاب کا سائز بڑا کر دیں۔ ہم اس کتاب کو کسی خوبصورت میگزین کی طرح ڈیزائن کریں گے۔ چھوٹے چھوٹے واقعات کو علیحدہ خوبصورت ڈیزائنوں میں لکھیں گے۔

ایک مدت سے میری خواہش ہے کہ اسلامی کتب کو اس طرح شائع کیا جائے کہ وہ اپنی جاذبیت اور کشش کی بنا پر نو جوانوں میں مقبول ہو جائیں اور وہ ذوق و شوق سے ان کا مطالعہ کریں۔ یہ فیصلہ تو ہمارے محترم قارئین کریں گے کہ ہم اس مقصد میں کہاں تک کامیاب رہے ہیں۔ میرے ساتھ اس ای میل ایڈریس پر رابطہ کیا جاسکتا ہے:

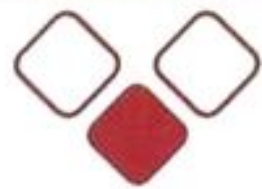
abdulghaffar@darussalamksa.com

اس کتاب کے واقعات کی ترتیب کو میں نے جان بوجھ کر آزاد چھوڑ دیا ہے تاکہ ہر واقعہ آسانی سے قارئین کے مطالعہ میں آجائے۔ میں اس طریقہ کو اسلامی کتب کے مطالعے کا نیا طریقہ قرار دیتا ہوں۔

اس کام میں میرے ساتھ حسب سابق دارالسلام لاہور اور ریاض کے ساتھیوں نے بھرپور تعاون کیا۔ بطور خاص پروفیسر محمد ذوالفقار، قاری محمد اقبال عبدالعزیز اور شہزاد احمد کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میرے ساتھ اس کتاب کو شائع کرنے میں خاصا تعاون کیا اور مدد فرمائی۔ اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

عبدالمالک مجاہد

جون 2011





سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے جد امجد کا خصوصی مقام

عرب میں دستور تھا کہ برابر کے دور نیسوں میں سے کسی کو افضلیت کا دعویٰ ہوتا تو ایک لائق اور پایہ شناس ثالث مقرر کیا جاتا اور دونوں اس کے سامنے اپنی اپنی ترجیح کے دلائل بیان کرتے۔ کبھی کبھی ان جھگڑوں کو اس قدر طول ہوتا کہ مہینوں معر کے قائم رہتے، جو لوگ ان معرکوں میں حکم مقرر کئے جاتے ان میں معاملہ فہمی کے علاوہ فصاحت اور زور خطابت کا جو ہر بھی درکار ہوتا، یہ دونوں خوبیاں بنو عدی میں نسلاً بعد نسل چلی آرہی تھیں۔

سیدنا عمر کے دادا نفیل بن عبد العزی نے اپنے اسلاف کی طرح ان خدمات کو نہایت قابلیت سے انجام دیا اور اس وجہ سے بڑے عالی رتبہ لوگوں کے مقدمات ان کے پاس فیصلہ کرنے کے لیے آتے

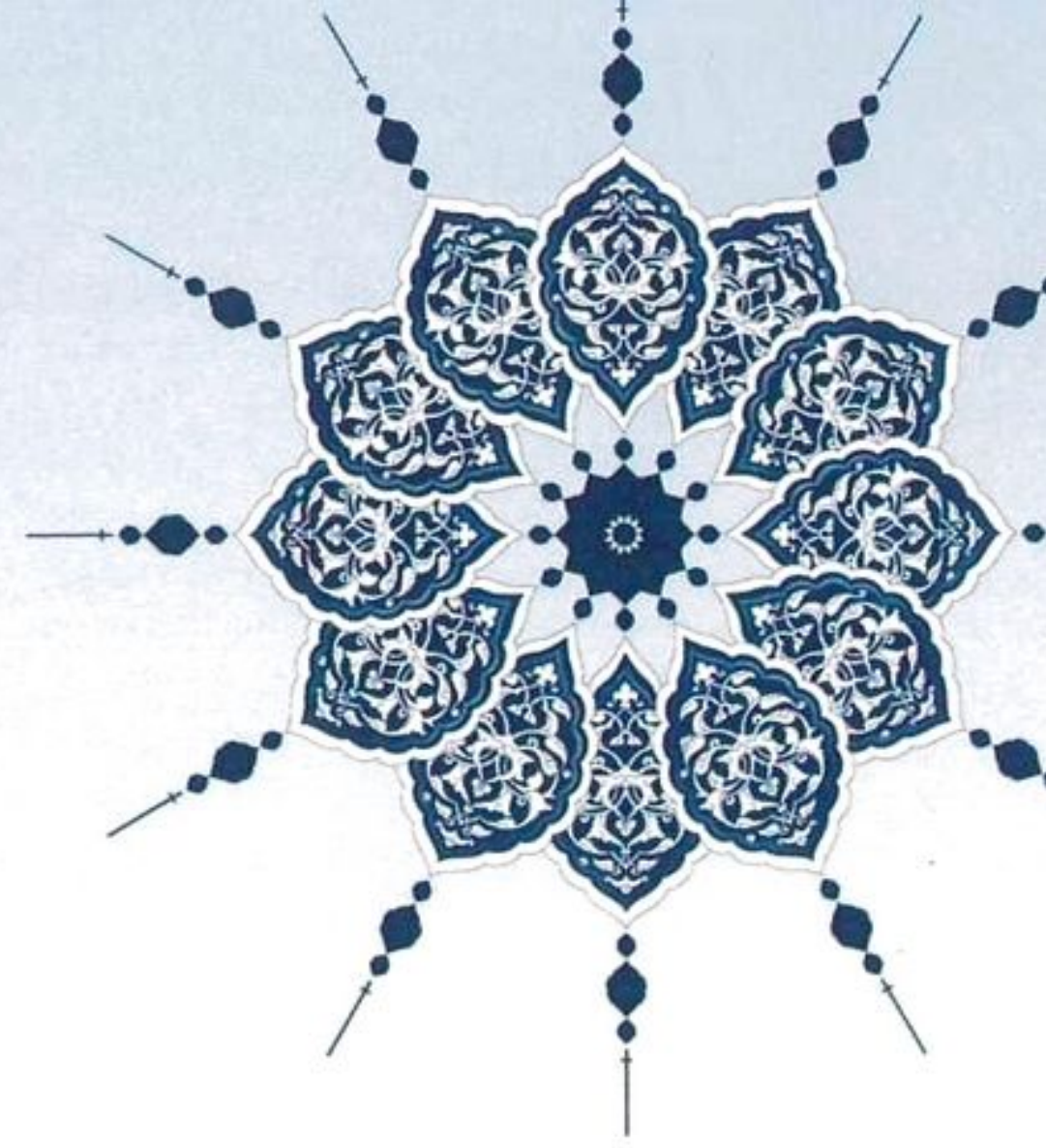
تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے جد امجد سردار عبدالمطلب اور حرب بن امیہ میں جب ریاست کے دعویٰ پر نزاع ہوا تو دونوں نے نفیل ہی کو حکم مانا، نفیل نے عبدالمطلب کے حق میں فیصلہ کیا۔

(سبل الہدی والرشاد: 264/1)

سخت گیر والد

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خاندان بنی عدی قریش کے دس ممتاز گھرانوں میں سے ایک تھا۔ اگرچہ یہ خاندان بنو امیہ اور بنو ہاشم کی طرح نمایاں اور ممتاز نہیں تھا۔ اسلام سے قبل مکہ کی انتظامی تقسیم میں سفارت کاری کا شعبہ ان کے پاس تھا۔ اسی پرانے خاندانی پس منظر کا لحاظ رکھتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے حدیبیہ کے موقع پر سیدنا عمر کو سفیر بنا کر مکہ بھیجنے کا ارادہ کیا۔ سیدنا عمر کے والد خطاب بن نفیل انتہائی سخت مزاج تھے۔ سیدنا عمر بتاتے ہیں کہ میں اپنے والد کے اونٹ چرایا کرتا تھا، ذرا سی کوتاہی پہ وہ بُری طرح مارا کرتے تھے۔ ان کی والدہ کا نام حنتمہ بنت ہاشم بن مغیرہ تھا اور وہ بنو مخزوم سے تھیں۔

(طبقات ابن سعد: 266-293، والفاروق مع النبی ﷺ للدكتور عاطف لماضة، ص: 6)



سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شکل و شباهت

امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق کا حلیہ مبارک کیسا تھا؟ ان سے محبت اور عقیدت رکھنے والا ہر شخص خواہش رکھتا ہے کہ وہ ان کی شکل و شباهت کے بارے میں معلوم کرے۔ سیرت نگاروں نے بڑی تفصیل سے ان کے حلیہ کے بارے میں جو لکھا ہے آئیے اس کا خلاصہ پڑھتے ہیں۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ عام الفیل سے تیرہ برس بعد پیدا ہوئے۔ ان کا رنگ نہایت سرخ و سفید تھا۔ آپ کا چہرہ سرخ گالوں، خوبصورت ناک اور پرکشش آنکھوں کا حسین امتزاج تھا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ دراز قد اور مضبوط جسم کے مالک تھے۔ آپ کے ہاتھ پاؤں خاصے بھاری تھے جنہیں دیکھ کر صحت مندی کا احساس ہوتا تھا۔ سر کے بال سامنے سے جھڑے ہوئے تھے۔

لبہ قد کی وجہ سے آپ ہر جگہ نمایاں نظر آتے۔ ہجوم میں آپ کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا کہ آپ سوار ہیں اور دوسرے لوگ پیدل چل رہے ہیں۔ اپنی داڑھی کو مہندی لگاتے تھے مچھلیں قدرے لمبی تھیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی والدہ کے دادا مغیرہ اس رتبہ کے آدمی تھے کہ جب قریش کسی سے لڑنے کے لیے جاتے تو فوج کا اہتمام انہی کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ انہی کے پوتے تھے۔ مغیرہ کے بیٹے ہاشم بھی جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نانا تھے ایک ممتاز آدمی تھے۔

چلتے وقت تیز تیز قدم اٹھاتے اور بلند آواز سے گفتگو کرتے۔ آخری عمر تک وہ ایک طاقتور مضبوط اور توانا انسان تھے۔ بہت کم ہنستے تھے۔ کسی سے مذاق وغیرہ بالکل نہیں کرتے تھے۔

(الخلیفة الفاروق عمر بن الخطاب، للدكتور العاني ص: 15- تهذيب الأسماء للنووي: 14/2)

چالیسواں مسلمان

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نبوت کے چھٹے سال ذوالحجہ کے مہینے میں 27 سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ وہ سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب کے اسلام لانے کے تین دن بعد مسلمان ہوئے۔ فرماتے ہیں: ”میں جس دن مسلمان ہوا مسلمانوں کی تعداد 39 تھی۔ میں نے مسلمان ہو کر ان کی تعداد 40 کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے دین کو تقویت بخشی اور دین اسلام کھل کر سامنے آ گیا۔“

اُس وقت مسلمان ہونے والی عورتوں کی تعداد گیارہ تھی۔ چونکہ اہل مکہ کے ڈر سے کئی لوگ اپنے ایمان کو چھپاتے تھے۔ خصوصاً عورتوں کے قبول اسلام کے بارے میں لوگ کچھ نہیں جانتے تھے اس لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے صرف مردوں کا ذکر کیا۔ (شرح المواہب: 317/1، والطنطاویات: ص 22)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے والد کی بتوں سے شدید محبت

ابن ہشام کہتے ہیں: خطاب بتوں سے شدید محبت کرنے والا تھا جب کہ اس کے بھتیجے زید بن عمرو بن نفیل بتوں سے شدید نفرت کرتے تھے اور لوگوں کو ان کی عبادت سے روکتے تھے۔ وہ قریش کو ”حنیفیت“ یعنی ابراہیم علیہ السلام کے اصلی دین کی طرف بلاتے تھے۔ انہوں نے مکہ چھوڑنے کا ارادہ کیا تو خطاب بن نفیل نے صفیہ بنت الحضر می کو ان پر نظر رکھنے کے لیے کہا۔ زید جب بھی مکہ چھوڑنے کا ارادہ کرتے صفیہ خطاب کو خبر کر دیتی۔ خطاب فوراً پہنچ جاتے اور زید کو سختی سے مکہ چھوڑنے سے منع کرتے۔

جب متعدد بار انہوں نے مکہ چھوڑنے کا ارادہ کیا اور باز نہ آئے تو خطاب نے حراء کے قریب پہاڑوں میں ان کو محبوس کر دیا۔ مکہ کے شریروں اور لونڈیوں سے کہا کہ اس کی رکھوالی کریں اسے کہیں جانے دیں نہ ہی مکہ میں داخل ہونے دیں تاکہ یہ لوگوں کو گمراہ نہ کر سکے۔

(طبقات ابن سعد: 266-293، والفاروق مع النبي ﷺ للدكتور عاطف لمامضة، ص: 6)

عائلی زندگی

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا لڑکپن اور جوانی

آپ کو پہلوانی اور کشتی کے فن میں بھی کمال حاصل تھا، یہاں تک کہ عکاظ کے دنگل میں بڑی معرکے کی کشتیاں لڑتے تھے، عکاظ جبل عرفات کے پاس ایک مقام تھا جہاں سال کے سال اس غرض سے میلہ لگتا تھا کہ عرب کے تمام اہل فن جمع ہو کر اپنے کمالات کے جوہر دکھاتے تھے، اس لیے وہی لوگ یہاں پیش ہو سکتے تھے جو کسی فن میں کمال دکھاتے تھے، نابغہ ذبیانی، حسان بن ثابت، قس بن ساعدہ ایادی، سیدہ خنساء بنت عمرو، جن کو شاعری اور ملکہ تقریر میں تمام عرب مانتا تھا، اسی تعلیم گاہ کے تعلیم یافتہ تھے۔ سیدنا عمر کے بارے میں علامہ بلاذری نے کتاب الاشراف میں نقل کیا ہے کہ وہ عکاظ کے دنگل میں کشتی لڑا کرتے تھے، اس سے قیاس ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر نے اس فن میں پورا کمال حاصل کیا تھا۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں تین شادیاں کیں۔ اُن کی پہلی شادی سیدنا عثمان بن مظعون کی ہمشیرہ سیدہ زینب بنت مظعون سے ہوئی، جنہوں نے اسلام قبول کیا اور ہجرت کی سعادت حاصل کی۔ انہی سے سیدہ حفصہ پیدا ہوئیں۔ سیدہ حفصہ کو اللہ کے رسول ﷺ کی زوجہ محترمہ بننے کا اعزاز حاصل ہوا۔ اس رشتے سے سیدہ زینب بنت مظعون آپ ﷺ کی خوش دامن تھیں۔ سیدہ حفصہ کے علاوہ ان سے عبداللہ، عبدالرحمن اور اکبر پیدا ہوئے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے تمام اولاد سے زیادہ شہرت پائی۔ سیدنا عمر نے قریبہ بنت ابی امیہ سے بھی شادی کی یہ ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ کی بہن تھیں۔

آپ نے تیسری شادی مُلیکہ بنت عمرو بن جریول الخزاعیہ سے کی جس سے عبید اللہ پیدا ہوئے۔ قریبہ بنت ابی امیہ اور مُلیکہ بنت عمرو نے اسلام قبول نہیں کیا۔ صلح حدیبیہ کے بعد یہ حکم نازل ہوا:

﴿وَلَا تُمَسِّكُوا بِعَصَمِ الْكَوَاكِبِ﴾

کافر عورتوں کو اپنی زوجیت میں نہ رکھو۔ سیدنا عمر نے ان دونوں غیر مسلم بیویوں کو طلاق دے دی۔

(فصل الخطاب فی سیرۃ ابن الخطاب، للدکتور علی محمد الصلابی، وتفسیر ابن کثیر، الممتحنۃ: ۱۰)



مکہ مکرمہ کے
نزدیک واقع
سوق عکاظ کے آثار

شہسواری میں ان کا کمال تسلیم شدہ ہے۔ چنانچہ جاحظ نے لکھا ہے کہ وہ گھوڑے پر اچھل کر سوار ہوتے تھے اور گھڑسواری میں مہارت کا مظاہرہ کرتے۔

ان کی خطیبانہ مہارت کی اگرچہ کوئی واضح شہادت موجود نہیں لیکن یہ امر تمام مؤرخین نے بالاتفاق لکھا ہے کہ اسلام لانے سے پہلے قریش نے ان کو سفارت کا منصب دے دیا تھا اور یہ منصب صرف اس شخص کو مل سکتا تھا جو خطابت اور معاملہ فہمی میں کمال رکھنے والا ہوتا تھا۔ (الفاروق، ص: 47)

ایک دانا اور بہادر خاتون سے شادی

سیدنا عمر فاروق نے ام حکیم بنت الحارث مخزومیہ سے بھی شادی کی یہ پہلے عکرمہ بن ابوجہل کی بیوی تھیں۔ فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا۔ ان کے خاوند عکرمہ بن ابوجہل مسلمانوں کے ڈر سے یمن کی طرف فرار ہو گئے۔ ام حکیم نے رسول اللہ ﷺ سے عکرمہ کو امان دینے کی درخواست کی جو رسول اللہ ﷺ نے کمال شفقت اور رحمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے قبول کر لی۔ ام حکیم عکرمہ بن ابوجہل کو واپس لانے کے لیے یمن کی طرف روانہ ہوئیں۔ حسن اتفاق سے عکرمہ انہیں واپس آتے ہوئے ملے۔ ام حکیم پوچھنے لگیں۔ کیا ماجرا ہے، تم واپس آرہے ہو؟ عکرمہ بتانے لگے کہ جب ہماری کشتی بھنور میں پھنس گئی تھی تو کشتی والے کہنے لگے:

أَخْلَصُوا، فَإِنَّ آلِهَتَكُمْ لَا تُغْنِي عَنْكُمْ هَهُنَا شَيْئًا

”خالص اللہ کو پکارو، یہاں تمہارے معبود کا کام نہیں آسکتے۔“

حالت اسلام میں شادیاں

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ آ کر جمیلہ بنت ثابت انصاریہ سے شادی کی۔ یہ قبیلہ اوس سے تعلق رکھتی تھیں ان کا نام عاصیہ (گنہگار) تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام بدل کر جمیلہ رکھا، ان سے عاصم پیدا ہوئے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے چچا زاد کی بیٹی عاتکہ بنت زید سے بھی شادی کی۔ یہ خاتون نہایت خوبصورت اور فصاحت و بلاغت میں یکتا تھیں۔ یہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بہنوئی سعید بن زید کی چھوٹی بہن تھیں۔

میں نے سوچا اگر ہمارے معبود سمندر میں کام نہیں آسکتے تو یہ خشکی پر کیسے کام آسکتے ہیں۔ اگر میری جان بچ گئی تو میں محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے دست مبارک پر بیعت کر لوں گا۔ ام حکیم اپنے خاوند کو لے کر جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ نے ان کا بھرپور استقبال کیا۔ یہ نہایت بہادر خاتون تھیں جنہوں نے مرج الصفر کی جنگ میں خیمہ کی لکڑی سے سات رومیوں کو قتل کر دیا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے معرکہ یرموک میں عکرمہ کے شہید ہونے کے بعد ان سے نکاح کیا۔ ام حکیم سے ان کی بیٹی فاطمہ پیدا ہوئیں۔

(البدایۃ والنہایۃ: 144/7، اسد الغابۃ - الاصابۃ)

آل رسول سے رشتہ داری

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خواہش تھی کہ ان کی آل رسول ﷺ سے رشتہ داری ہو جائے کیونکہ انہوں نے آپ ﷺ سے سن رکھا تھا:

كُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ وَصَهْرٍ يَنْقَطِعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا سَبَبِي وَنَسَبِي وَصَهْرِي

ہر تعلق، نسب اور رشتہ داری قیامت کے دن منقطع ہو جائے گی سوائے میرے تعلق، نسب اور رشتہ داری کے (یہ قیامت کے دن بھی قائم رہیں گے)

سیدنا عمرو بن عاص نے ان کو مشورہ دیا کہ آپ سیدہ فاطمہ کی بیٹی ام کلثوم بنت علی سے شادی کر لیں۔ آپ کی آل رسول ﷺ سے رشتہ داری ہو جائے گی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ تجویز منظور کر لی اور نکاح کا پیغام بھیجا جو قبول کر لیا گیا۔ اس طرح ان کا نکاح سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ سے ہو گیا۔ انہوں نے چالیس ہزار درہم بطور حق مہر ادا کیے۔ ان سے ”زید الاکبر“ اور ”رقیہ“ پیدا ہوئیں۔ سیدنا عمر فاروق کی ایک شادی سیدہ سبیحہ بنت الحارث سے بھی ہوئی۔ ایک یمنی خاتون سیدہ ”لُھَیْہ“ سے بھی شادی کی۔ ان کے بطن سے عبدالرحمن اصغریٰ عبدالرحمن اوسط پیدا ہوئے۔

(أخبار عمر، للشيخ علي الطنطاوي۔)

(الإصابة، للحافظ ابن حجر - 444/4-492، و مناقب أمير المؤمنين عمر بن الخطاب لابن الجوزي 206، وغيرهم)

جفا سے وفا کی طرف

اسلام قبول کرنے سے پہلے عمر بن خطاب اسلام کے شدید دشمن تھے۔ جس شخص کے بارے میں معلوم ہوتا کہ اس نے اسلام قبول کر لیا ہے تو اس پر خوب ظلم کرتے اسے مارتے اور تنگ کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے خاندان آل خطاب پر خوب ظلم کیا۔ جب پہلی ہجرت حبشہ ہوئی تو ان نفوس قدسیہ میں عامر بن ربیعہ اور ان کی اہلیہ ام عبد اللہ بھی شامل تھیں۔ یہ دونوں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار تھے۔ جب یہ ہجرت حبشہ کی تیاری کر رہے تھے تو ایک دن سیدنا عمر فاروق ان کے گھر آئے عامر بن ربیعہ کسی کام سے گھر سے باہر تھے۔

سیدہ ام عبد اللہ لیلی بنت ابی حثمہ فرماتی ہیں کہ ہم عمر کی طرف سے بڑی تنگی، تکلیف اور ظلم برداشت کر چکے تھے۔ عمر مجھ سے کہنے لگے ام عبد اللہ کہیں جانے کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا ہاں، اللہ کی قسم ہم اللہ کی زمین میں نکل جائیں گے، یہاں تک کہ اللہ ہمارے لیے کشادگی کا سامان فراہم فرمادے۔ تم نے ہمیں تکلیف دی ہے، ہم پر ظلم کے پہاڑ توڑے ہیں۔ میری بات سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دعائیہ کلمات کہے کہ اللہ تمہارا نگہبان ہو۔ میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اس دن ایسی رقت آمیز حالت میں دیکھا کہ اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ عامر بن ربیعہ جب واپس آئے تو میں نے سارا قصہ کہہ سنایا۔ عامر نے کہا شاید تیرا خیال ہے کہ عمر مسلمان ہو جائے گا؟ میں نے کہا ہاں، میرا یہی خیال ہے۔ اُس نے کہا: میرے خیال میں تو ان کا مسلمان ہونا بہت مشکل ہے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں اندازہ لگانے میں لیلی رضی اللہ عنہا اپنے خاوند سے زیادہ دور اندیش ثابت ہوئیں۔ کمزور مسلمانوں کی ثابت قدمی نے کئی لوگوں کے دلوں میں اسلام کی جوت جگادی تھی۔ جاہلی عصبیت آہستہ آہستہ دلوں سے ہٹ رہی تھی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ رات کے وقت حرم کعبہ میں تشریف لائے۔ ان کی خوش قسمتی کے کیا کہنے کہ گھر سے تو شراب کی تلاش میں نکلے تھے؛ اُن کا منصوبہ یہ تھا کہ پہلے شراب پیئیں گے پھر گپ شپ کے لیے عمر بن عمر ان مخزومی کے محلے میں جمنے والی مجلس میں بیٹھیں گے لیکن

قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ پہلے انہیں شراب فراہم کرنے والا بندہ نہ ملا۔ پھر وہ مجلس کی طرف گئے وہاں بھی انہیں کوئی نظر نہ آیا۔ چارونا چار اُن کے قدم خانہ کعبہ کی طرف اٹھ گئے۔ وہاں نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ سیدنا عمر فاروق خانہ کعبہ کے پردے کے پیچھے گھس کر قرآن سننے لگے۔ رسول اللہ ﷺ سورۃ الحاقہ کی تلاوت کر رہے تھے۔ سیدنا عمر فاروق قرآن کے الفاظ اور ان کے معانی کی وسعت پر حیرت زدہ رہ گئے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے دل میں سوچا: خدا کی قسم یہ تو شاعر ہے جیسا کہ قریش کہتے ہیں۔ لیکن اتنے میں آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ﴿٤٠﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَّا تُوْمَنُونَ﴾

یہ ایک بزرگ رسول کا کہا ہوا ہے۔ یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے۔ تم لوگ کم ہی ایمان لاتے ہو۔ (الحاقہ: 40-41)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا: شاید یہ کوئی کاہن ہے۔ لیکن اتنے میں آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَلَا يَقُولُ كَاهِنٌ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿٤١﴾ نَزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ﴾

”یہ کسی کاہن کا قول نہیں۔ تم لوگ کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو۔ یہ تو رب العالمین کی طرف سے نازل شدہ ہے۔“

(الحاقہ: 42 - 43)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اسی وقت سے میرے دل میں اسلام جاگزیں ہونا شروع گیا۔

(سیرۃ ابن ہشام: 216/1 والریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ)

(279)

بہن اور بہنوئی کے قبول اسلام پر رد عمل

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بہن سیدہ فاطمہ بنت خطاب اور ان کے خاوند سیدنا سعید بن زید شروع میں ہی اسلام کی نعمت سے مالا مال ہو گئے تھے۔ سیدنا سعید رضی اللہ عنہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی کے بیٹے تھے۔ ان کا دادا نفیل تھا اور یہ بنو عدی سے تعلق رکھتے تھے۔

جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سنا کہ ان کی بہن اور بہنوئی مسلمان ہو گئے ہیں تو وہ آگ بگولا ہو گئے۔ اور فوراً ان

آسمان میں فیصلہ

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نبی ﷺ نے دعا فرمائی تھی اور آپ ﷺ کی دعا کے بارے آسمان میں فیصلہ ہو چکا تھا۔ ان کے اسلام لانے میں بنیادی طور پر نبی ﷺ کی دعا کا اثر تھا۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی تھی:

”اللَّهُمَّ اعِزَّ الْإِسْلَامَ بِأَحَبِّ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ،
بِأَبِي جَهْلٍ بْنِ هِشَامٍ، أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ“

”اے اللہ! جو جہل بن ہشام یا عمر بن خطاب میں سے جو تجھے زیادہ پسند ہے اُسے اسلام کی توفیق دے کر اسلام کو قوت عطا فرما۔“

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو محبوب تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے قبول اسلام کے اسباب فراہم فرمادیے۔

(صحیح سنن الترمذی حدیث: 3681)

کے دروازے پر پہنچ کر دستک دی۔ اندر سے پوچھا گیا: کون؟

خطاب کا بیٹا عمر، جواب ملا۔ اس وقت گھر کے اندر موجود افراد قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف تھے۔ انہوں نے عمر کی آواز سنی تو جلدی سے چھپ گئے اور قرآن مجید کے صفحات اسی طرح پڑے رہ گئے۔ عمر نے گھر میں قدم رکھا۔ بہن نے عمر کے تیور دیکھے تو جلدی سے قرآن کے صفحات کو چھپا لیا۔ عمر بن خطاب نے پوچھا: یہ کھسر پھسر کیسی تھی جو میں نے ابھی سنی ہے؟ اہل خانہ اس وقت سورہ طہ کی تلاوت سے دلوں اور روحوں کی دنیا کو منور کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا: کیا آپ کوئی اور بات نہیں کر سکتے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً کہا: مجھے پتہ چلا ہے کہ تم لوگ بے دین ہو چکے ہو۔ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بہنوئی نے کہا:

أَرَأَيْتَ يَا عُمَرُ، إِنْ كَانَ الْحَقُّ فِي غَيْرِ دِينِكَ؟

”عمر تم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ہو سکتا ہے کہ حق تمہارے ساتھ نہ ہو؟“

یہ سننا تھا کہ عمر نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی اور اپنے بہنوئی کو داڑھی سے پکڑ لیا۔ دونوں آپس میں گتھم گتھا ہو گئے۔ عمر سعید سے طاقتور تھے۔ انہوں نے اپنے بہنوئی سعید کو پکڑ کر زمین پر پٹخ دیا، پاؤں سے روندنا اور سینے پر چڑھ کر بیٹھ گئے۔

اسی اثنا میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بہن بھی اندر سے نکل آئیں تاکہ اپنے خاوند کو بچا سکیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں یکبارگی دور دھکیل دیا۔ وہ گر پڑیں اور زخمی ہو گئیں، پھر بہن نے غصے کی حالت میں کہا:

”اللہ کے دشمن کیا تو ہمیں اس لیے مارتا ہے کہ ہم ایک اللہ کو معبود مانتے ہیں؟“ عمر نے گرجتے ہوئے کہا: ہاں اسی لیے، تو وہ بولیں:

مَا كُنْتُ فَاعِلًا فافعل، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ

”جو جی میں آئے کر گزرو، میں تو یہی گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔“

لَقَدْ أَسْلَمْنَا عَلَى رَغَمِ أَنْفِكَ

”ہم تیری مرضی کے برعکس مسلمان ہو چکے ہیں۔“

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مردم شناسی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے جب بھی یہ جملہ نکلتا کہ (إِنِّي لَأُظَنُّهُ كَذَا) میرا گمان اس طرح ہے۔ تو وہ گمان سچ ثابت ہو جاتا۔ آپ کے دور خلافت کا واقعہ ہے کہ ایک غیر معمولی شکل و شبہت کا آدمی آپ کے قریب سے گزرا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اُسے دیکھ کر فرمایا:

”میرا گمان ہے کہ یہ شخص دور جاہلیت میں کاہن تھا۔ اسے میرے پاس لاؤ۔“ جب اسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو آپ نے اس سے اپنے خیال کی تصدیق چاہی۔ وہ کہنے لگا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے سوال کیا کہ ماضی میں وہ کیا کرتا تھا؟ اس نے کہا: (كُنْتُ كَاهِنُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ) اس نے اعتراف کیا کہ زمانہ جاہلیت میں وہ کاہن تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے سوال کیا: ہمیں کوئی ایسی عجیب اور انوکھی بات بتاؤ جس کی خبر تمہیں تمہارے جن نے دی ہو۔ وہ کہنے لگا:

میں ایک دن بازار میں جا رہا تھا کہ میرا موکل جن گھبرایا ہوا میرے پاس آیا۔ اس نے کہا: کیا آپ کو خبر ہے کہ جنات ایک انقلاب کے آنے کے بعد نہایت خوف زدہ اور ناامید سے ہو گئے ہیں۔ وہ اپنا رخت سفر تک باندھ چکے ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی تائید کرتے ہوئے فرمایا:

یہ سچ کہتا ہے۔ ایک دفعہ میں ان کے بتوں کے پاس سویا ہوا تھا۔ اچانک ایک شخص آیا۔ اُس نے بتوں کے نام پر وہاں ایک پتھر اذبح کیا، پھر ایک چیخنے والے نے زور سے چیخ ماری۔ یہ اس قدر بلند چیخ تھی کہ اس سے بلند چیخ میں نے اپنی زندگی میں پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ وہ کہنے لگا:

ہائے ہم مارے گئے۔ ایک صائب الرائے اور فصیح شخص آگیا ہے جو ”لا الہ الا اللہ“ کا اعلان کرتا ہے۔ سیدنا عمر فاروق کہتے ہیں: میں وہاں سے چل دیا، پھر تھوڑے عرصے بعد ہم نے سنا کہ ایک نبی کا ظہور ہوا ہے جو ”لا الہ الا اللہ“ کہتا ہے۔

سیرت نگاروں کے مطابق یہ واقعہ بھی سیدنا عمر فاروق کو اسلام کے قریب لانے کا سبب بنا۔

(صحیح البخاری حدیث: 3866)

جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن کی یہ جرأت مندانہ باتیں سنیں تو سعید رضی اللہ عنہ کے سینے سے اٹھ کھڑے ہوئے اور سیدھے ہو کر بیٹھ گئے، پھر نرمی سے کہا:

أَعْطُونِي هَذِهِ الصَّحِيفَةَ الَّتِي عِنْدَكُمْ فَأَقْرَأَهَا
”مجھے اپنا وہ صحیفہ دیجیے، میں بھی اسے پڑھنا چاہتا ہوں۔“

بہن نے صحیفہ دینے سے انکار کر دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لہجے کو نرم کرتے ہوئے کہا: بہن دراصل تمہاری باتیں میرے دل میں گھر کر گئی ہیں۔ میں اس کلام کو دیکھنا چاہتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ میں اس کی توہین نہیں کروں گا۔ بہن بولی: تم پلید ہو، اسے صرف پاکیزہ لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔ اٹھو پہلے غسل کرو۔ سیدنا



عمر رضی اللہ عنہ اسی وقت گئے، غسل کیا اور بہن کے پاس آئے تو انہوں نے صحیفہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس صحیفے میں سورہ طہ اور دیگر کئی سورتیں پڑھیں۔ آغاز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی، ”الرحمن الرحیم“ ہی کہا تھا کہ اللہ کی ذات اور قرآن کی ہیبت اُن کے دل میں بیٹھ گئی، صحیفہ ہاتھ سے چھوٹ گیا، دوبارہ ہمت کر کے تلاوت شروع کی، یہ سورہ طہ کی ابتدائی آیات تھیں۔ انہیں پڑھا تو تعجب سے کہا: حیرت ہے کہ قریش ایسے عمدہ کلام سے بھاگتے تھے پھر مسلسل پڑھتے رہے اور جب آیت نمبر 16 پر پہنچے تو یک دم بول اُٹھے۔

يَنْبَغِي لِمَنْ يَقُولُ هَذَا أَلَّا يُعْبَدَ مَعَهُ غَيْرُهُ، ذُلُّونِي عَلَى مُحَمَّدٍ

”جس کا ایسا عمدہ کلام ہے اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہیں ہونی چاہیے۔ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے

چلو۔“

(فضائل الصحابة، للإمام أحمد: 334/1، الطنطاویات: 17۔)

اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضری

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے سامنے اپنے ایمان کا اقرار کرنے کے لیے سعید بن زید کے گھر سے نکلے۔ تلوار آپ کے ہاتھ میں تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے دار ارقم کو اُس وقت اپنا مرکز بنا رکھا تھا..... سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ وہاں موجود لوگوں نے سیدنا عمر کی آواز سنی تو گھبرا گئے۔ کوئی بھی آگے بڑھ کر دروازہ کھولنے کی جرأت نہ کر سکا کیونکہ سب جانتے تھے کہ عمر دین اسلام اور پیغمبر اسلام کا کس قدر دشمن ہے۔ لوگوں کو خوف زدہ دیکھ کر سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے..... پوچھا: کون ہے؟ اُنہوں نے کہا: عمر بن خطاب ہے۔ حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دروازہ کھول دو..... اگر اللہ کی طرف سے اس کے نصیب میں بھلائی لکھی ہے تو وہ مسلمان ہو جائے گا بصورت دیگر اُسے قتل کرنا کوئی مشکل کام نہ ہوگا۔ لوگوں نے دروازہ کھول دیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور ایک دوسرے صحابی نے عمر بن خطاب کے دونوں کندھے جکڑ لیے اور مضبوطی سے پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے انہیں چھوڑنے کا حکم دیا، اور بنفس نفیس اٹھ کر آگے بڑھے اور اپنے دست مبارک سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی کمر اور چادر کو پکڑ کر جھٹکا دیا اور دریافت فرمایا:

مَا جَاءَ بِكَ؟ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ، وَاللَّهِ! مَا أَرَى أَنْ تَنْتَهِيَ حَتَّى يُنْزَلَ اللَّهُ بِكَ قَارِعَةً

”ابن خطاب، کس ارادے سے آئے ہو؟ اللہ کی قسم! مجھے محسوس ہوتا ہے کہ تم اس وقت تک

اپنی حرکتوں سے باز نہ آؤ گے جب تک اللہ کی طرف سے تم پر کوئی بڑی آفت نہ آن پڑے۔“

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اللہ کے رسول! میں تو اللہ پر، اس کے رسول ﷺ پر اور اس کی کتاب پر ایمان لانے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ یہ سن کر اللہ کے رسول ﷺ نے بلند آواز سے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ اب سب سمجھ گئے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی دین اسلام میں داخل ہو گئے ہیں۔

(فضائل الصحابة للإمام أحمد: 1/344)

رسول اللہ ﷺ کے بعد مسلمانوں نے اس قدر زور سے تکبیر کہی کہ ان کی آواز مکہ کی گلیوں تک سنی گئی۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ تین مرتبہ حضرت عمر کے سینے پر مارا اور تینوں مرتبہ یہ دعا فرمائی:

اللَّهُمَّ أَخْرِجْ مَا فِي صَدْرِهِ مِنْ غِلٍّ، وَأَبْدِلْهُ إِيْمَانًا

”اے اللہ! عمر کے سینے میں موجود کینہ صاف کر دے اور ایمان سے بدل دے۔“

قریش کو سیدنا عمر فاروق کے اسلام لانے کی اطلاع

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب میرے والد نے اسلام قبول کیا تو لوگوں سے پوچھا: مکہ میں سب سے زیادہ ادھر کی بات ادھر پھیلانے کی عادت کس شخص کی ہے؟ انہیں بتایا گیا: جمیل بن معمرؓ یہ کام بہت شوق سے کرتا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فوراً اس کی طرف چل دیے۔ میں ان کے پیچھے پیچھے تھا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جمیل کے پاس پہنچے اور کہا: جمیل! کچھ سنا تم نے..... میں مسلمان ہو گیا ہوں۔

یہ سنا تھا کہ وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کوئی بات کیے بغیر ہی فوری طور پر اپنی چادر گھسیٹتا ہوا کھڑا ہوا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے اور میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے تھا۔ مسجد حرام کے دروازے پر پہنچا اور چلا چلا کر کہنے لگا: قریشو! خبردار ہو جاؤ۔ خطاب کا بیٹا بے دین ہو چکا ہے۔ لوگ کعبہ کے گرد اپنی مجلسوں میں بیٹھے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب اس کی بات سنی تو بولے: یہ جھوٹ بولتا ہے میں بے دین نہیں ہوا بلکہ مسلمان ہوا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ سب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو مارنے کے لیے ان کی طرف بڑھے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن ربیعہ کو پکڑ کر زمین پر دے مارا۔ اس کے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گئے اور اسے مارنے لگے۔ انہوں نے اپنی انگلیاں اس کی آنکھوں میں زور سے چھوئیں تو عتبہ درد کے مارے چلانے لگا۔

لوگ پیچھے ہٹ گئے۔ اب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور کفار میں سے جو بھی آگے بڑھنے کی جرأت کرتا، کوئی نہ کوئی سردار اسے منع کر دیتا۔ آہستہ آہستہ سب ڈر کے مارے پیچھے ہٹ گئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان تمام مجالس میں جن میں وہ زمانہ کفر میں بیٹھا کرتے تھے اپنے قبول اسلام کا اعلان کیا۔

(الرياض النضرة: ص 319، و الرحيق المختوم: ص 150، 151)

دفاع اسلام میں سیدنا عمر کی کوششیں

سیدنا عمر فاروق فرماتے ہیں: جس روز میں نے اسلام قبول کیا، اسی وقت میں بیت اللہ میں گیا اور اپنے اسلام کا ببا ننگ دہل اعلان کر دیا۔ کچھ لوگ مجھ سے لڑنے کے لیے اٹھے۔ میں نے بھی ان کا مقابلہ شروع کر دیا۔ جب میرے ماموں نے یہ منظر دیکھا تو بولا: ”یہ کون لوگ ہیں؟“ لوگوں نے کہا: ”خطاب کا بیٹا بے دین ہو گیا ہے۔“ میرا ماموں حطیم میں کھڑا ہوا اور بولا: ”میں نے اپنے بھانجے کو پناہ دے دی ہے کوئی اس کے نزدیک نہ آئے۔“ میرے ماموں کا اعلان سن کر لوگ پیچھے ہٹ گئے۔“

میں دیکھ رہا تھا کہ مسلمانوں کو ان کے اسلام کی وجہ سے جا بجا ذیت دی جا رہی ہے، جبکہ مجھے کوئی نہیں مار رہا۔ میں نے اپنے دل میں کہا: مصیبتوں کے جو پہاڑ غریب مسلمانوں پر توڑے جا رہے ہیں وہ مجھ پر بھی ٹوٹنے چاہئیں۔ میں تھوڑی دیر ٹھہر گیا۔ جب لوگ دوبارہ حطیم میں بیٹھ گئے تو میں اپنے ماموں کے پاس آیا اور ان سے کہا: ”سنو۔“ وہ بولا: ”میں کچھ نہیں سن رہا۔“ میں نے کہا: ”میں تمہاری پناہ تمہیں واپس کرتا ہوں۔“ وہ بولا: ”میرے بھانجے! ایسا مت کر۔“ میں نے کہا: ”میں تمہاری پناہ تمہیں واپس کرتا ہوں۔“ ”تو پھر جو چاہو کرو“ اس نے کہا۔

اس کے بعد سے یہی ہوتا رہا کہ کبھی قریش مجھے مارتے اور کبھی میں قریش کو مارتا۔..... اسلام کے غلبے تک یہی صورتحال رہی۔
(شرح المواہب: 320/1، وتاریخ ابن عساکر (مخطوط)، وأسد الغابة: 55/4۔)

امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا شمار ان صحابہ کرام میں ہوتا ہے جو نبوت کے ابتدائی برسوں میں مسلمان ہوئے۔ آپ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔ خلفاء راشدین میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد آپ کا نمبر آتا ہے۔ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ کی بیٹی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا امہات المؤمنین میں شامل ہیں۔

دو بڑے اعزاز



راہ حق میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی استقامت

اسلام لانے کے بعد ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مشرکین مکہ سے جھڑپیں طلوع صبح سے لے کر غروب آفتاب تک جاری رہیں۔ اس کے بعد آپ تھک کر بیٹھ گئے۔ انہیں بیٹھا دیکھ کر مشرکین آپ کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔

آپ نے فرمایا: ”تم جو چاہو کرو..... اللہ کی قسم! اگر ہماری تعداد تین سو تک پہنچ جائے تو تمہارے اور ہمارے درمیان مکمل فیصلہ ہو جائے گا یا تو پھر تم رہو گے یا ہم رہیں گے۔“ ابھی وہ سب ایسے ہی کھڑے تھے کہ ایک معزز شخص ریشمی چادر اور کڑھائی والی قمیص پہنے آیا اور بولا: ”کیا بات ہے؟“ لوگوں نے کہا: ”خطاب کا بیٹا بے دین ہو گیا ہے۔“

وہ شخص بولا: ”خاموشی اختیار کرو..... ایک شخص نے اپنے لیے اپنی مرضی سے ایک دین پسند کیا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ بنی عدی اسے تمہارے حوالے کر دیں گے؟“

اس شخص کا یہ جواب سن کر وہ سب آٹا فٹا رنچ کر ہو گئے اور مطلع بالکل صاف ہو گیا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے ایک دفعہ مدینے میں آپ سے پوچھا: ”ابا جان! اُس دن آپ کو ان لوگوں سے چھڑانے والا شخص کون تھا؟“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میرے بیٹے! وہ عاص بن وائل سہمی تھا۔“

(أسد الغابة: 56/4، وسيرة ابن هشام: 219/1، وغیرہما۔)

ایک مرتبہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ عمرہ ادا کرنے کے لیے مکہ مکرمہ روانہ ہونے لگے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَسْأَلْنَا يَا أَخِي فِي دُعَائِكَ

”اے میرے پیارے بھائی! ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔“

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے روئے زمین کی تمام قیمتی اشیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس لفظ ”يَا أَخِي“ کے مقابلے میں ہچ نظر آتی ہیں۔

(سنن أبي داود، حدیث: 1498۔)

دُنیا کی
سب سے
قیمتی چیز

فاروق کا لقب

اسلام قبول کرنے کے فوراً بعد سیدنا عمر فاروق نے اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: اللہ کے رسول، کیا ہم لوگ حق پر نہیں ہیں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”بلاشبہ! اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم لوگ حق پر ہو۔“

”پھر ہم چھپ کر کیوں رہیں؟ اللہ کی قسم! تم سب لوگ باہر نکلو گے۔“ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جذبہ ایمانی سے سرشار ہو کر بولے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ اسلام قبول کر چکے ہیں، اور آپ کے پیچھے اللہ کے شیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی طاقتور شخصیت بھی موجود ہے اور اب اسلامی دعوت اس مرحلے پر پہنچ چکی ہے، جہاں وہ اپنا دفاع

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہو جانے سے دعوت کے کام پر اثرات

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو ہم طاقتور ہو گئے۔ اس سے پہلے ہم بیت اللہ کا طواف کر سکتے تھے نہ ہی ہمیں وہاں نماز پڑھنے کی اجازت تھی۔ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو انہوں نے مشرکین کو لاکارا، پھر ہم نے مسجد حرام میں نماز بھی پڑھی اور بیت اللہ کا طواف بھی کیا۔“

ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا عظیم الشان فتح تھی..... ان کی ہجرت فتح کی نوید اور ان کی امارت باعث رحمت تھی۔ مجھے یاد ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے ہم بیت اللہ کا طواف کر سکتے نہ اس کے قریب نماز پڑھ سکتے تھے۔ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تو ہم نے مشرکین سے لڑائی کی یہاں تک کہ انہوں نے ہمارا راستہ چھوڑ دیا اور ہم نے حرم میں نماز ادا کی۔

(فضائل الصحابة للإمام أحمد: 1/344۔)

کرنے اور راستے کی تکالیف دور کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے، تو آپ ﷺ نے حضرت عمر کی تجویز قبول کر لی۔

چنانچہ مسلمان دو صفیں باندھ کر باہر نکلے۔ ایک صف کے آگے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ تھے، جبکہ دوسری صف کی قیادت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے۔ جب مسلمان مسجد حرام میں داخل ہوئے اور قریش کی نظریں حمزہ بن عبدالمطلب اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما پر پڑیں، تو ان کے چہرے مرجھا گئے۔ اس دن آپ ﷺ نے سیدنا عمر بن خطاب کو ”فاروق“ کا لقب عطا فرمایا اور کہا:

إِنَّ اللَّهَ قَدْ جَعَلَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ، وَهُوَ الْفَارُوقُ فَفَرَّقَ اللَّهُ بِهِ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ

”اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل پر حق جاری کر دیا ہے۔ وہ ”فاروق“ ہیں، جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ حق اور باطل کے درمیان فرق واضح کر دیتا ہے۔“

(الرياض النضرية: 188/1، شرح المواهب: 320/1)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تواضع

سیدنا عمر بن خطاب کا بچپن خاصا مشکل حالات میں گزرا۔ یہ کوئی خوشحال گھرانہ نہیں تھا۔ سخت گیر والد کے اونٹ چرانے کے علاوہ اپنی خالہ کی بکریاں بھی چرایا کرتے تھے۔ ان کی خالہ بنو مخزوم سے تعلق رکھتی تھیں۔

اپنی خلافت کے دور میں ایک دن ان کے دل میں یہ احساس پیدا ہوا کہ میں امیر المؤمنین ہوں۔ امت میں مجھ سے بڑا منصب کس کے پاس ہے؟ میرے اوپر اللہ کے سوا کوئی نہیں، یہ خیال آتے ہی انہوں نے لوگوں کو بلوایا، جب لوگ اکٹھے ہو گئے تو اللہ اکبر کہہ کر منبر پر چڑھ گئے، اللہ رب العزت کی حمد و ثناء بیان کی اور آپ ﷺ پر درود و سلام پڑھنے کے بعد کہنے لگے: لوگو!..... میں اپنی خالہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا وہ مجھے اس کے عوض ایک مٹھی کھجور یا منقی دے دیا کرتی تھی۔

(ابن سعد: 3/293)

قارئین کرام یہ وضاحت انہوں نے اس لیے کی کہ ان کے دل میں خیال آ گیا تھا کہ میں بڑا آدمی ہوں اس لیے انہوں نے اصلاح نفس کے لیے فوری طور پر خود کو پست کر کے پیش کیا۔

سیدنا عمر فاروق کا علم

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ قرآن و حدیث کی تعلیم، رہنمائی یا کسی بھی علم کے حصول کے موقع پر کبھی کسی سے پیچھے نہ رہے۔ وہ خود فرماتے ہیں:

میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی جو میرے ساتھ مدینہ کے مضافات میں رہتا تھا۔ ہم دونوں، باری باری ایک ایک دن رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے۔ جب میری باری ہوتی تو اس روز میں دن بھر اللہ کے رسول ﷺ سے علم حاصل کرتا اور جب اس کی باری ہوتی تو وہ بھی ایسا ہی کرتا تھا، پھر ہم تبادلہ خیالات کر لیتے تھے۔ (عمر بن الخطاب للدكتور أبي النصر، ص: 87، وصحيح البخاري، حديث: 89)

نبی ﷺ نے بذات خود سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی وسعت علمی کی گواہی دی تھی۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں ایک دفعہ سو رہا تھا کہ خواب میں میرے پاس دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا۔ میں نے اس پیالے سے دودھ پیا حتیٰ کہ اس کی سیرابی کا اثر اپنے ناخنوں میں ظاہر ہوتا دیکھا، پھر میں نے باقی ماندہ دودھ عمر بن خطاب کو دے دیا۔ لوگوں نے آپ ﷺ سے سوال کیا۔ اللہ کے رسول۔ آپ نے اپنے اس خواب کی کیا تعبیر فرمائی؟ نبی ﷺ نے فرمایا: میں اس کی تعبیر علم سے کرتا ہوں۔ (صحيح البخاري، حديث: 7006، 7007)

سیدنا صہیب رومی رضی اللہ عنہ کا بیان

صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو اسلام کھل کر سامنے آ گیا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو علانیہ اسلام کی طرف بلایا۔ ہم بیت اللہ کے گرد حلقوں کی شکل میں بیٹھے، ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا اور جس نے ہم سے سختی کی ہم نے اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ (الطبقات الكبرى: 269/3)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سفر ہجرت

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے علانیہ ہجرت فرمائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں جنہوں نے علانیہ ہجرت کی جبکہ دیگر مہاجرین نے خفیہ ہجرت کی۔ انہوں نے کس شان سے ہجرت کی آئیے تاریخ کی روشنی میں پڑھتے ہیں:

جب ہجرت کا ارادہ فرمایا تو تلوار گلے میں لٹکائی، کندھے پر کمان رکھی، ہاتھ میں تیر تھا، نیزہ پہلو میں رکھا اور سیدھے بیت اللہ کے پاس پہنچے۔ لوگ مسجد حرام کے صحن میں بیٹھے تھے۔ انہوں نے سب کی موجودگی میں بیت اللہ کے گرد اطمینان سے سات چکر مکمل فرمائے، پھر مقام ابراہیم پر پہنچے اور تسلی سے نماز ادا کی، پھر باری باری ہر مجلس میں پہنچے اور کہا: چہرے بد شکل ہو جائیں، اللہ تعالیٰ تم جیسے لوگوں کی ناک خاک آلودہ کریں۔

جو چاہتا ہے کہ اس کی ماں اسے گم پائے، اس کے بچے یتیم ہو جائیں اور اس کی بیوی بیوہ ہو جائے، وہ حرم سے باہر وادی میں آ کر میرا مقابلہ کرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: چند کمزور مسلمانوں کے سوا وہاں کوئی نہ آیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں تسلی دی اور پھر عازم سفر ہو گئے۔ (صحيح التوثيق في سيرة وحياة الفاروق: ص 30۔)

سیدنا عمر فاروق کی فراست

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خود بیان فرماتے ہیں کہ جب ہم نے ہجرت کا ارادہ کیا تو میں، عیاش بن ابی ربیعہ اور ہشام بن عاص بن وائل سہمی نے بنو غفار کے محلے میں ”تناضب“ نامی جگہ پر اکٹھے ہونے کا فیصلہ کیا۔ یہ علاقہ ”سرف“ نام کے ایک مقام سے کچھ اوپر واقع تھا۔ ہم نے طے کیا کہ ہم میں سے جو بھی پیچھے رہ گیا، دوسرے احباب اس کا انتظار نہیں کریں گے اور مدینہ کی طرف چل دیں گے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں اور عیاش بن ابی ربیعہ مقررہ مقام پر پہنچ گئے۔ ہشام کو روک لیا گیا۔ وہ آزمائش میں مبتلا ہو گیا تھا۔ ہم مدینہ طیبہ پہنچ گئے، یہاں بنو عمرو بن عوف کے محلے میں آئے۔ یہ محلہ قباء کے پاس تھا؛ ہم نے وہیں قیام کیا۔ ادھر ابو جہل بن ہشام اور حارث بن ہشام مکہ سے عیاش بن ابی ربیعہ کے تعاقب میں نکلے۔ عیاش ان کا چچا زاد بھائی تھا۔ وہ دونوں اس کے تعاقب میں مدینہ پہنچ گئے۔ اُس وقت نبی ﷺ مکہ ہی میں تھے۔ ان دونوں نے عیاش بن ربیعہ سے یہ گفتگو کی: تیری ماں نے نذرمانی ہے کہ وہ اس وقت تک سر میں کنگھی کرے گی نہ سائے میں آئے گی جب تک وہ تجھے نہ دیکھ لے۔

یہ سن کر عیاش کا دل موم ہو گیا۔ میں نے اسے سمجھایا: اللہ کی قسم! یہ صرف تمہیں تمہارے دین سے بھٹکانے آئے ہیں..... ان سے بچ کر رہو۔ اللہ کی قسم! تمہاری ماں کو جب سر کی جوئیں تنگ کریں گی اور مکہ کی شدید دھوپ بے قرار کر دے گی تو وہ کنگھی بھی کرے گی اور سائے میں بھی آجائے گی، لیکن عیاش نے کہا: نہیں، میں اپنی ماں کی قسم پوری کرنا چاہتا ہوں۔ میرا مکہ میں بہت سامان بھی رہ گیا ہے وہ بھی لیتا آؤں گا۔ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دیکھ! تجھے علم ہے کہ میرے پاس بہت زیادہ مال ہے تم ان کے ساتھ نہ جاؤ۔ میں تجھے اپنا آدھا مال دے دوں گا لیکن عیاش رضی اللہ عنہ نے مانے۔ اس نے واپس جانے ہی پر اصرار کیا۔ آخر کار میں نے اس سے کہا: دیکھ! اگر تو نے ان کے ساتھ واپس جانے کا مصمم ارادہ کر ہی لیا ہے تو یہ میری اونٹنی لے جا۔ یہ بڑی اچھی اور تجربہ کار ہے اس سے نیچے نہ اترنا۔ اگر تجھے ان سے دھوکے کے آثار نظر آئیں تو اسی اونٹنی پر نکل بھاگنا۔

عیاش اس اونٹنی پر سوار ہو کر ابو جہل اور حارث کے ساتھ واپس چل دیا۔ ابھی وہ راستے ہی میں تھے کہ ابو جہل نے اُس سے کہا: میرے بھائی! اللہ کی قسم! میرا اونٹ تنگ کرنے لگا ہے کیا تو مجھے اپنے ساتھ سوار نہیں کر سکتا؟ عیاش نے کہا: کیوں نہیں، اُس نے اونٹنی کو بٹھا دیا۔ ابو جہل نے بھی اپنا اونٹ بٹھا دیا تاکہ وہ اتر سکے اور عیاش کی اونٹنی پر سوار ہو سکے لیکن اچانک اسی اثنا میں دونوں نے عیاش پر حملہ کر دیا اور اُسے رسیوں سے جکڑ دیا۔ اسی حالت میں وہ اسے لے کر مکہ پہنچ گئے۔

مکہ پہنچ کر ابو جہل نے کہا: مکہ والو، اپنے بیوقوفوں کے ساتھ ایسا ہی کرو جیسا ہم نے اپنے اس بے وقوف کے ساتھ کیا ہے۔ ابو جہل اور حارث بن ہشام نے بھرپور منصوبہ بندی کی اور عیاش کو دھوکہ دینے میں کامیاب رہے، مگر سیدنا عمر فاروق نے اپنی خداداد فراست سے پہچان لیا کہ اس کے ساتھ دھوکا ہوگا اور اسے قید کر لیا جائے گا۔ یہ ان کی بے حد ذہانت اور فراست کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

(السيرة النبوية الصحيحة: 205/1، والرحيق المختوم، للشيخ صفي الرحمن المباركفوري)

سیدنا عمر فاروق کا کافی ہے

اپنے اسلام کا اعلان کرنے اور ان کی سرکھل کو کھینچنے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اے میرے بھائی! اللہ کی قسم! میں نے تمہیں اس طرح سے کھینچا ہے کہ تمہاری ہڈیاں ہلکی ہو گئیں۔“

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیات نازل فرمائی:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾

”اے نبی! تجھے اللہ کافی ہے اور ان مومنوں کو بھی جو تیرے پیچھے چلے ہیں۔“

(تاریخ الخلفاء: 297/1)

سیدنا عمر فاروق کی دوراندیشی

قریش کا مشہور سالار عمیر بن وہب معرکہ بدر کے بعد رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کے ارادے سے مدینہ طیبہ آیا۔ اس وقت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ چند لوگوں کے ساتھ بیٹھے بدر کے واقعات کی یاد تازہ کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس دن اہل اسلام کو جو عزت عطا فرمائی اس کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ اچانک سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ شیطان قریش عمیر بن وہب پر پڑی۔ اُس نے مسجد کے دروازے پر اپنی سواری بٹھائی۔ اُس کے ہاتھ میں برہنہ تلوار تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

یہ کتنا تو اللہ کا دشمن عمیر بن وہب ہے۔ ہونہ ہو یہ کسی بُرے ارادے سے آیا ہے۔ یہی وہ شخص ہے جس نے کفار کو بھڑکا کر مسلمانوں کے خلاف میدان جنگ میں لا کھڑا کیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پھرتی سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گئے اور عرض کیا: اللہ کے رسول: اللہ کا دشمن عمیر بن وہب ننگی تلوار لیے آ رہا ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: اسے میرے پاس لاؤ۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اس کی تلوار کے نیام کی پٹی سے، جو اس کی گردن میں جمائل تھی، مضبوطی سے پکڑ کر قابو میں کر لیا، پھر انصاری ساتھیوں سے کہا:

اسے اسی حالت میں اللہ کے رسول ﷺ کے پاس لے چلو اور وہاں بٹھا دو۔ اس خبیث کا خیال رکھنا کیونکہ اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ وہ لوگ اسے اپنی گرفت میں لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب نبی ﷺ نے اسے اس حالت میں دیکھا تو صحابہ کرام سے فرمایا:

اسے چھوڑ دو..... اب آپ ﷺ عمیر سے مخاطب ہوئے: عمیر، میرے قریب آ جاؤ۔ وہ قریب آیا تو اس نے اِنْعَمُوا صَبَاحًا (صبح بخیر) کہا۔ یہ اہل جاہلیت کا آپس میں سلام کرنے کا طریقہ تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اَكْرَمَنَا اللَّهُ بِتَحِيَّةٍ خَيْرٍ مِنْ تَحِيَّتِكَ يَا عُمَيْرُ، بِالسَّلَامِ،

تَحِيَّةُ أَهْلِ الْجَنَّةِ۔ فَقَالَ: فَمَا جَاءَ بِكَ يَا عُمَيْرُ؟

عمیر! ہمیں اللہ تعالیٰ نے تم سے بہتر سلام عطا فرمایا ہے جو اہل جنت کا سلام ہے۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا: عمیر! تم یہاں کس غرض سے آئے ہو؟

عمیر نے کہا: میں بدر کی جنگ میں گرفتار ہونے والے اپنے قیدی بیٹے کی خبر لینے آیا ہوں۔ آپ اس سے اچھا سلوک کیجیے۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا: اگر تم اسی کام کے لیے آئے ہو تو پھر تمہارے پاس اس تلوار کا کیا کام؟ وہ بولا: اللہ ان تلواروں کا برا کرے جنہوں نے ہمیں کوئی فائدہ ہی نہیں پہنچایا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عمیر، سچ بتاؤ، تم یہاں کس مقصد سے آئے ہو؟ اس نے پھر باصرار کہا: میں تو اسی کام کے لیے آیا ہوں۔ تب نبی ﷺ نے فرمایا: عمیر..... تم غلط کہہ رہے ہو۔ کیا یہ سچ نہیں کہ تم اور صفوان بن امیہ حطیم میں بیٹھے تھے۔ تم نے بدر کے مقتول قریشی سرداروں کو ذلت کے ساتھ کنویں میں پھینکے جانے کا تذکرہ کیا..... پھر تم نے کہا: اگر مجھے اپنے قرضے اور اہل و عیال کا ڈر نہ ہو تو میں مدینے جا کر محمد ﷺ کو قتل کر سکتا ہوں۔ صفوان بن امیہ نے مجھے قتل کرنے کی شرط پر تمہارا قرضہ ادا کرنے اور تمہارے بچوں کی پرورش کا ذمہ لے لیا۔ عمیر، یاد رکھو اللہ میرے اور تمہارے درمیان حائل ہے۔

یہ سن کر عمیر حیران و ششدر رہ گیا۔ وہ فوراً بول اٹھا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ کے رسول! ہم آپ کے اس دعوے کو جھٹلاتے تھے کہ آپ کے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں۔ میرے اور صفوان کے درمیان ہونے والے معاملہ کی ہم دونوں کے سوا کسی کو کانوں کان خبر نہیں تھی۔ اللہ کی قسم! مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ ﷺ کے پاس یہ خبر آسمان ہی سے آئی ہے۔ یقیناً تعریف کے لائق ہے وہ ذات جس نے مجھے ہدایت عطا فرمائی، سیدھی راہ پر چلا دیا اور اس کے اسباب بھی فراہم فرمادیے۔ عمیر نے اس کے بعد حق کی شہادت دی۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے بھائی کو دین کی تعلیم دو، اسے قرآن سکھلاؤ اور اس کا قیدی بھی چھوڑ دو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسی طرح کیا۔ (صحیح السیرۃ النبویۃ لابراہیم العلی: 259۔)

اس قصے سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی فہم و فراست اور بیداری کا پتہ چلتا ہے جو انہی کا خاصہ تھی۔ جب عمیر آئے تو فوراً خبردار ہو گئے، اس سے محتاط رہنے کی تلقین کی اور اعلان کر دیا کہ یہ شیطان ہے۔ یہ کسی بُرے ارادے سے آیا ہے کیونکہ اس کی سابقہ زندگی سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بخوبی آگاہ تھے۔

بے سود ریاضت پر اظہار تأسف

عیسائی راہب اپنے مذہب پر کاربند رہنے اور اسے پھیلانے کے لیے بڑی محنت اور مشقت کرتے ہیں۔ ایک دن سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک راہب کے عبادت خانے کے قریب سے گزرے اور اُسے پکارا: اے راہب! آواز سن کر راہب بالا خانے سے جھانکنے لگا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف دیکھا کچھ غور کیا..... اور پھر ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ دیکھنے والوں نے پوچھا: امیر المؤمنین آپ کی آنکھوں میں آنسو؟ ارشاد فرمایا: اس راہب کو دیکھ کر مجھے اللہ تعالیٰ کا فرمان یاد آ گیا۔

﴿عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ تَصَلِّي نَارًا حَامِيَةً﴾

” (کچھ چہرے اس دن) سخت محنت کے باعث تھکے ہوں گے اور بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔“ میری آنکھوں میں اس لیے آنسو آ گئے کہ اس قدر محنت اور مشقت کرنے والے راہب کل جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالے جائیں گے۔ حالانکہ انہوں نے عبادت و ریاضت بہت کی ہوگی۔ مگر یہ عبادت اور جدوجہد غلط طریقے پر کرتے رہے۔

واضح رہے کہ اس آیت کے مصداق وہ بدعتی لوگ بھی ہیں جو نیک عمل کی محنت تو بہت کرتے ہیں مگر یہ نیک اعمال سنت مطہرہ کے مطابق نہیں کرتے اور قرآن و سنت کو چھوڑ کر اپنے پیشواؤں کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾ (محمد-۳۳)

اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضائع مت کرو۔

یعنی جو کام اللہ کے مقرر کردہ طریقے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق نہیں ہوں گے، وہ سب بے کار اور برباد ہیں۔

اطاعت رسول ﷺ میں مستعدی

غزوہ بدر کے قیدیوں میں ایک شخص سہیل بن عمرو بھی تھا۔ یہ شخص قریش کا سردار ہی نہیں بلکہ ان کا خطیب بھی تھا۔ یہ اللہ کے رسول ﷺ کے بارے میں ہرزہ سرائی کیا کرتا تھا۔ جس سے سیدنا عمر فاروق بخوبی واقف تھے اس لیے انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کی:

اللہ کے رسول! مجھے اجازت مرحمت فرمائیں، میں اس کے اگلے دونوں دانت توڑ ڈالوں۔ اسے اپنے الفاظ پر پورا کنٹرول نہیں رہے گا اور یہ آپ ﷺ کے خلاف کبھی ہرزہ سرائی نہیں کر سکے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”میں اس کی شکل نہیں بگاڑوں گا، کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ بھی یہی سلوک کرے حالانکہ میں اس کا نبی ہوں۔ ممکن ہے کہ وہ آنے والے وقت میں مسلمان ہو جائے۔“

پھر ایسا ہی ہوا کہ وہ فتح مکہ کے موقع پر اسلام کی نعمت سے بہرہ ور ہو گئے۔ ان کا اسلام اس قدر پختہ ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی وفات کے بعد جب مکہ کے چند افراد نے اسلام سے مرتد ہونے کا ارادہ کیا اور مکہ کے گورنر عتاب بن اسید ان لوگوں سے خائف ہو کر چھپ گئے تو سہیل بن عمرو نے ان سے خطاب کیا۔ اللہ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر نبی ﷺ کی وفات کا تذکرہ کیا اور کہا کہ آپ ﷺ کی وفات سے اسلام کمزور نہیں ہوا بلکہ مزید طاقتور ہوا ہے۔ جس نے ہمارے دین میں شک کیا، ہم اس کی گردن اڑا دیں گے۔ ان کے اس جاندار موقف کے بعد ان لوگوں نے اپنی رائے بدل ڈالی اور اسلام پر قائم رہے۔

(البداية والنهاية: 311/3۔ التاريخ الاسلامي للحميدي: 181/4)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

کارعب و دبدبہ

1- قریش کے تمام قبائل معرکہ بدر میں مسلمانوں کے بالمقابل آئے، لیکن بنو عدی یعنی حضرت عمر کے قبیلے میں سے ایک شخص بھی شریک نہیں ہوا۔ یہ امر جہاں تک قیاس کیا جاسکتا ہے صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رعب و دبدبہ کے باعث تھا۔

2- سب سے پہلے جو شخص اس معرکہ میں شہید ہوا وہ مہج نامی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا غلام تھا۔

قُولُوا: اللَّهُ أَغْلَى وَأَجَلُّ

”کہو: اللہ سب سے بلند اور بزرگ تر ہے۔“

ابوسفیان نے کہا: لَنَا عُزَّى وَلَا عُزَّى لَكُمْ

”ہمارے پاس عُزَّى ہے اور تمہارے پاس عُزَّى نہیں ہے۔“

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: أَجِيبُوهُ۔ ”اس کا جواب دو۔“

صحابہ نے پوچھا: کیا جواب دیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

قُولُوا: اللَّهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَى لَكُمْ

”تم جواب دو کہ اللہ ہمارا کارساز ہے اور تمہارا کوئی کارساز نہیں۔“

ابوسفیان نے کہا: آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ

ہے اور لڑائی میں تو ایسا ہوتا رہتا ہے کبھی فتح تمہاری کبھی ہماری، ہاں البتہ تم اپنے مقتولین کی نعشوں کے بعض اعضاء کٹے ہوئے پاؤ گے، جس کا میں نے حکم نہیں دیا..... لیکن یہ کام مجھے برا بھی نہیں لگا۔

ایک روایت میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمارا تمہارا معاملہ برابر نہیں ہے۔ ہمارے مقتولین جنت میں اور تمہارے جہنم میں ہیں۔

پھر ابوسفیان آگے بڑھا اور پوچھا: عمر! میں تمہیں قسم دیتا ہوں۔ بتاؤ کیا ہم نے محمد ﷺ کو قتل کر دیا ہے؟

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! ہرگز نہیں، بلاشبہ وہ اس وقت تمہاری باتیں سن رہے ہیں۔

ابوسفیان نے کہا: تم میرے نزدیک ابن قمنہ سے زیادہ سچے اور قابل اعتبار ہو۔ ابن قمنہ نے مجھ سے کہا تھا کہ اس نے محمد ﷺ کو قتل کر دیا ہے۔

(السيرة النبوية الصحيحة: 392/2، والرحيق المختوم للشيخ صفي الرحمن المباركفوري۔)



غزوہ احد میں دشمن کو مسکت جواب

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ایک نمایاں خوبی یہ تھی کہ وہ جہاد کے میدانوں میں ہمت نہیں ہارتے تھے۔ وہ نہایت بلند ہمت تھے اور ذلت و رسوائی کا راستہ ہرگز اختیار نہیں کرتے تھے، چاہے انہیں شکست کے واضح آثار ہی نظر آنے لگیں۔ ہر حال میں وہ ثابت قدم رہتے تھے۔

احد کے دن ایسا ہی معاملہ پیش آیا۔ غزوہ احد دوسرا بڑا معرکہ تھا جس میں رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس شریک تھے۔ معرکہ کے اختتام پر ابوسفیان ایک جگہ کھڑا ہو گیا اور بولا: کیا تم لوگوں میں محمد موجود ہیں؟

نبی ﷺ نے فرمایا: اسے جواب نہ دینا۔

پھر بولا: کیا تم لوگوں میں ابو قحافہ کا بیٹا موجود ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا جواب نہ دو۔

پھر اس نے سوال کیا: کیا تم لوگوں میں خطاب کا بیٹا ہے؟

جب آپ ﷺ نے ہر دفعہ جواب دینے سے منع فرما دیا تو وہ بولا:

یہ سب قتل ہو گئے..... اگر زندہ ہوتے تو جواب دیتے۔

یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ضبط نہ کر سکے اور کڑک کر بولے۔ اللہ کے دشمن! تو جھوٹ بولتا ہے۔ اللہ نے تیری

رسوائی کا بہت کچھ سامان باقی رکھا ہوا ہے۔

ابوسفیان نے کہا: **أَعْلُ هُبَلٌ** ”ہبل! تو بلند ہو۔“

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اسے جواب دو۔ لوگوں نے پوچھا: کیا جواب دیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا:



سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور ابو جندل

صلح حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ اور سہیل بن عمرو کے درمیان معاہدہ طے پایا۔ معاہدے کی ایک شرط یہ تھی کہ اگر اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر اہل مکہ میں سے کوئی شخص مسلمانوں سے آن ملے گا، تو مسلمان اسے واپس کرنے کے پابند ہوں گے۔

ابھی یہ معاہدہ لکھا ہی جا رہا تھا کہ سہیل بن عمرو کا اپنا بیٹا ابو جندل بن سہیل اپنی بیڑیاں گھسیٹتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ پہنچا۔ وہ مکہ کے نشیبی علاقے سے نکل کر آیا تھا۔ یہاں پہنچ کر وہ مظلومیت کی تصویر بن کر مسلمانوں کے درمیان آ موجود ہوا۔

سہیل نے کہا: یہ پہلا معاملہ ہے جس کے ذریعے آپ کے اور میرے درمیان معاہدے کا امتحان ہوگا۔ معاہدے کی رو سے آپ اسے واپس کرنے کے پابند ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ابھی تو ہمارے درمیان تحریر مکمل بھی نہیں ہوئی؟! اس نے کہا: اگر آپ نے اسے واپس نہ کیا تو میں آپ سے صلح کا کوئی معاملہ طے ہی نہیں کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سہیل..... تم اسے میری خاطر ہی چھوڑ دو۔ اس نے کہا: میں آپ کی خاطر بھی نہیں چھوڑ سکتا۔ آپ نے اصرار کیا تو سہیل نے بیٹے کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ رسید کیا۔ اور مشرکین کی طرف واپس کرنے کے لیے ان کی قمیص کا گلا پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹا۔ ابو جندل نے مسلمانوں کی طرف منہ کر کے فریاد کی اور چیخ کر کہنے لگے: کیا میں مشرکین کے حوالے کر دیا جاؤں گا؟ تاکہ وہ مجھے میرے دین سے برگشتہ کرنے کی کوشش کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابو جندل! صبر کرو، اور اس تکلیف کو اجر و ثواب کا باعث سمجھو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اور دوسرے کمزوروں کے لیے مسلمانوں کے نجات کا راستہ پیدا فرمائے گا۔ ہم نے قریش سے صلح کر لی ہے اور انہیں اللہ کا عہد دے رکھا ہے لہذا ہم بدعہدی نہیں کر سکتے۔

یہ دردناک منظر دیکھ کر سیدنا عمر اچھل کر ابو جندل کے قریب آ پہنچے وہ ان کے پہلو میں چلتے جا رہے تھے اور کہتے جا رہے تھے: ابو جندل! صبر کرو۔ یہ مشرک لوگ ہیں ان کا خون بے قیمت ہے۔ اور ساتھ ساتھ اپنی تلوار کا دستہ بھی ان کے قریب کرتے جا رہے تھے۔ سیدنا عمر کا خیال تھا کہ ابو جندل ان کی تلوار لے کر اپنے باپ سہیل کی گردن اڑا دیں گے، لیکن وہ باپ کے بارے میں ایسی جرأت نہ دکھا سکے اور معاہدہ نافذ ہو گیا۔

(الرحیق المختوم، للشیخ صفی الرحمن المبارکفوری: ص 467۔)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا امتیازی کردار

غزوہ بنو مصطلق میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا کردار بہت نمایاں تھا۔ ہوا یوں کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ سے فارغ ہو کر ابھی مریض کے چشمہ پر ہی قیام پذیر تھے کہ کچھ لوگ چشمہ سے پانی لینے گئے۔ ان میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک مہاجر مزدور ججہ بن قیس غفاری بھی تھا۔ اس کی ایک انصاری سنان بن ورجہنی کی پانی لینے پر تکرار ہو گئی اور دونوں آپس میں لڑ پڑے۔

سنان جہنی نے اپنے لوگوں کو پکارا اور ندا لگائی: **يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ!** ”انصار کے لوگو، مدد کے لیے پہنچو“۔ ادھر ججہ نے آواز دی: **يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ!** ”مہاجر بھائیو، مدد کو پہنچو“۔ اللہ کے رسول ﷺ خبر پاتے ہی وہاں تشریف لے گئے اور فرمایا: اور میں یہ کیسی آوازیں سن رہا ہوں۔ ایسے تو زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنے قبیلوں کو پکارا کرتے تھے۔ **دَعُوها فَإِنَّهَا مُنْتَنَةٌ** ”اس پکار کو چھوڑ دو یہ متعفن ہے۔“

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے سنا تو بولا: کیا واقعی اس مہاجر نے ایسا کیا ہے؟ خبردار! اللہ کی قسم! جب ہم واپس مدینہ پہنچیں گے تو ہم میں سے عزت والا ذلت والے کو مدینہ سے نکال باہر کرے گا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ بات سن لی۔ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا: اللہ کے رسول مجھے اجازت دیجیے، میں اس منافق کی گردن اتار دوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو۔ ایسا نہ ہو کہ لوگ کہیں: محمد اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کرنے لگا ہے۔

(السيرة النبوية لابن هشام: 319/3۔)



اسلام دشمنوں کے لیے ننگی تلوار

رمضان المبارک 8 ہجری میں اللہ کے رسول ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے۔ جب آپ ﷺ مَرُّ الظَّهْرَان نامی جگہ تشریف لائے تو ابوسفیان کو اپنی جان کا ڈر پیدا ہو گیا۔ اللہ کے رسول ﷺ کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے معافی نامہ دلوانے کی پیشکش کی تو ابوسفیان اس پر آمادہ ہو گیا۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اس قصے کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

میں نے ابوسفیان سے کہا: تیرا استیناس! اللہ کے رسول ﷺ تو اب سر پر آن پہنچے۔ اللہ کی قسم، قریشو! اپنی جانیں بچاؤ ورنہ مارے جاؤ گے۔ ابوسفیان بولا: عباس! تم پر میرے ماں باپ قربان! اب کونسا حیلہ اختیار کرنا ہوگا؟ میں نے جواب دیا: اگر تو پکڑا گیا تو رسول اللہ ﷺ ضرور تجھے قتل کر دیں گے۔ تم میرے خچر پر سوار ہو جاؤ میں تجھے رسول اللہ ﷺ سے امان لے دیتا ہوں۔ ابوسفیان میرے پیچھے سوار ہو گیا۔ میں اسے لے کر چلا۔ راستے میں جب ہم مسلمانوں کے کسی روشن الاؤ کے قریب سے گزرتے تو انہوں نے کہا: یہ کون ہے؟ جب لوگ رسول اللہ ﷺ کے خچر پر مجھے دیکھتے تو صرف اتنا کہتے: اللہ کے رسول کے خچر پر آپ ﷺ کے چچا ہیں،

پھر وہ راستے سے ہٹ جاتے تھے۔ جب میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قریب سے گزرا تو انہوں نے کہا: یہ کون ہے؟ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فوراً میری طرف بڑھے۔ ابوسفیان کو میرے پیچھے سوار دیکھا تو چیخ اٹھے: اللہ کا دشمن ابوسفیان! اللہ کا شکر ہے کہ تو کسی پیشگی عہد اور امان کے بغیر ہی قابو آ گیا۔ یہ سن کر ابوسفیان بھاگ کھڑا ہوا اور جلدی سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ گیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی اس کا پیچھا کرتے ہوئے آ پہنچے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول! ابوسفیان کسی عہد کے بغیر ہی قابو آ گیا ہے۔ مجھے اجازت دیجیے میں اس کی گردن اڑا دوں۔

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے کہا اللہ کے رسول! ابوسفیان کو میں نے پناہ دی ہے۔ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ زیادہ جذباتی ہو گئے تو میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: عمر ٹھہر جاؤ، اگر بنو عدی کا کوئی آدمی ہوتا تو تیرا رویہ اتنا سخت نہ ہوتا۔ بنو عبد مناف سے ہونے کی وجہ سے تم ابوسفیان کے قتل کے درپے ہو۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو مخاطب کیا اور یوں گویا ہوئے: ٹھہرو عباس! سن لو۔ جس دن تم مسلمان ہوئے میں بہت خوش ہوا۔ تمہارا مسلمان ہونا مجھے اپنے باپ خطاب کے مسلمان ہونے سے زیادہ پسند ہے۔ کیونکہ مجھے علم ہے کہ تمہارا اسلام لانا پیغمبر ﷺ کو خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ محبوب ہے۔ نبی ﷺ نے یہ بحث سن کر فرمایا:

اِذْهَبْ بِهِ يَا عَبَّاسُ إِلَى رَحْلِكَ فَإِذَا أَصْبَحْتَ فَأْتِنِي بِهِ

”عباس! اب اسے اپنی قیام گاہ پر لے جاؤ صبح ہوتے ہی اسے میرے پاس لے آنا۔“

اس قصے سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی غیرت ایمانی کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ اللہ کا ایک دشمن حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی آڑ میں مجاہدین اسلام کے قریب سے ذلت و رسوائی کی حالت میں گزر رہا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اللہ کی رضا اور جہاد فی سبیل اللہ کے جذبہ سے غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کی گردن اڑا دینا چاہتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ابوسفیان کی قسمت میں بھلائی رکھی تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام کی توفیق عنایت فرمائی اور نہ صرف اُن کا خون اور مال محفوظ کر دیا، بلکہ ان کی آخرت بھی سنواری۔

(الفاروق مع النبی ﷺ، للدكتور عاطف لَمَاضَة: ص 42)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی دانشمندانہ رائے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم اللہ کے رسول کے گرد جمع تھے۔ اس اجتماع میں ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ نبی ﷺ اچانک مجلس سے اٹھ کر کہیں چلے گئے۔ کافی دیر تک جب واپسی نہ ہوئی تو ہمیں بڑی فکر دامن گیر ہوئی۔ ہم ڈر گئے کہ کہیں نبی ﷺ کے ساتھ کوئی حادثہ تو پیش نہیں آ گیا۔ ہم سب فوری طور پر آپ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے میں گھبرا کر آپ ﷺ کی تلاش میں نکلا اور ایک باغ کے قریب پہنچا۔ یہ باغ انصار کے قبیلہ بنو نجار کا تھا۔ میں نے باغ کے گرد چکر لگایا لیکن اندر داخلے کا کوئی راستہ نہ ملا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ پانی کا ایک نالہ باہر سے باغ کے اندر جا رہا ہے۔ میں نے اپنا جسم سکیڑا اور اسی نالے کے سوراخ سے اندر داخل ہو گیا۔ اللہ کے رسول ﷺ باغ میں موجود تھے۔

نبی کریم ﷺ نے سوال کیا: آنے والا شخص ابو ہریرہ ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں، اللہ کے رسول! نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا: آپ ہمارے ساتھ تھے، پھر آپ اٹھ کر چل دیے، دیر تک واپس نہ آئے، ہم گھبرا گئے، مبادا آپ کو کوئی حادثہ پیش آ گیا ہو۔ میں سب سے پہلے آپ کی تلاش میں نکلا۔ اس باغ تک آپ پہنچا اور لومڑی کی طرح سکر کر اس نالے سے ریگلتا ہوا اندر آ گیا۔ دوسرے لوگ بھی میرے پیچھے آ رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذْهَبْ بِنَعْلَيَّ هَاتَيْنِ؛ فَمَنْ لَقِيْتَهُ مِنْ وَرَاءِ الْحَائِطِ

يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُسْتَيَقِنًا بِهَا قَلْبُهُ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ

(ابو ہریرہ میرے پیغام کی تصدیق کے لیے) میرے یہ نعلین لے جاؤ اور اس باغ سے باہر تمہیں ملنے والا ہر وہ شخص جو یقین کے ساتھ یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، اسے جنت کی بشارت دے دو۔

میں نکلا تو سب سے پہلے مجھے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ملے۔ اور پوچھنے لگے: یہ نعلین کیسے ہیں؟ میں نے کہا یہ اللہ کے رسول ﷺ نے بنفس نفیس مجھے عطا فرمائے ہیں اور ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص بھی مجھے ایسا ملے جو دل کے یقین سے یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اسے میں جنت کی بشارت دے دوں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر مارا۔ میں پشت کے بل زمین پر گر پڑا، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ابو ہریرہ! واپس چلو۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس آیا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شکایت کرنے ہی لگا تھا کہ پیچھے سے عمر بھی آ گئے۔ مجھے دیکھتے ہی رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: ابو ہریرہ کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا: میری ملاقات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ میں نے انہیں آپ کا پیغام سنایا تو انہوں نے میرے سینے پر ہاتھ مارا۔ میں پشت کے بل زمین پر گر پڑا۔ نبی ﷺ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور وجہ دریافت فرمائی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

آپ نے ابو ہریرہ کو یہ پیغام دے کر بھیجا تھا؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ہاں! اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! ایسا نہ کیجیے۔ مجھے ڈر ہے کہ ایسی باتیں سن کر لوگ عمل میں سستی کریں گے۔ یہ سن کر نبی ﷺ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو منع فرمادیا۔

(صحیح مسلم، حدیث: 31، محض الصواب فی فضائل أمير المؤمنين عمر بن الخطاب: 258/1۔)



خیر کے کاموں میں سبقت

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر سے ایک قطعہ اراضی حصہ میں ملا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! مجھے ایسا مال ملا ہے کہ پہلے کبھی ایسا مال نہیں ملا۔ آپ ﷺ مجھے اس بارے میں کیا مشورہ دیں گے؟ نبی ﷺ نے فرمایا:

إِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ أَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا

”اگر تم مناسب سمجھو تو زمین کی ملکیت اپنے پاس رکھو اور اس کی پیداوار کو صدقہ کر دو۔“

چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا پھل فقراء، غلاموں، عزیز واقارب، مسافروں اور مہمانوں کے لیے صدقہ کر دیا، جبکہ اس کی زمین کے بارے میں کہا: یہ فروخت ہوگی نہ ہبہ کی جاسکے گی اور نہ وراثت میں دی جاسکے گی۔ اس کا نگران اس کا پھل ضرورت کے مطابق کھالے یا اپنے کسی دوست کو کھلا دے تو اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن ذخیرہ کرنے کے لیے پھل لے جانے کی اجازت نہیں ہوگی۔

(صحیح البخاری، حدیث: 2772 -)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس کردار سے ان کی فضیلت کے ساتھ ساتھ بھلائی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ بھی پتا چلتا ہے کہ وہ دنیائے فانی پر آخرت کو ترجیح دیتے تھے۔

خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالنے سے قبل سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تجارت کیا کرتے تھے۔ وہ ایک کامیاب تاجر تھے۔ اس پیشے کی آمدنی نے انہیں مکہ کے مالدار افراد میں شامل کر دیا تھا۔ وہ تجارت کی غرض سے جس شہر کا رخ کرتے تجارت کے ساتھ ساتھ اس کے خصائص و معارف کا علم بھی حاصل کر لیتے تھے۔ وہ گرمیوں میں شام اور سردیوں میں یمن جایا کرتے تھے، مگر خلیفہ بننے کے بعد انہوں نے تجارت چھوڑ دی۔

(عمر بن الخطاب)
للدكتور محمد احمد ابو النصر ص: 17)

غزوہ حنین میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ثابت قدمی

غزوہ حنین میں جب مشرکین نے اچانک مسلمانوں پر ہلہ بول دیا تو لوگوں میں افراتفری پھیل گئی۔ جس کا جدھر منہ اٹھا، ادھر ہی بھاگ کھڑا ہوا۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ میدان کے دائیں طرف چلے گئے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ؟ هَلُمُّوا إِلَيَّ..... أَنَا رَسُولُ اللَّهِ! أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ

”اے لوگو! میری طرف آؤ۔ میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں محمد بن عبد اللہ ہوں۔“

لیکن لشکر اسلام میں ابتری اس قدر پھیل چکی تھی کہ کسی نے بھی آپ کی آواز نہیں سنی۔ اونٹ ایک دوسرے کے اوپر چڑھے جا رہے تھے اور لوگ ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ ایسے میں چند ہی لوگ ایسے تھے جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ ان خوش نصیب و باہمت لوگوں میں سیدنا عمر فاروق بھی تھے۔ جو لوگ ہر حال میں آپ کے ساتھ رہے ان میں مہاجرین و انصار کے بعض لوگ اور آپ ﷺ کے اہل بیت شامل تھے۔ سیدنا عمر فاروق کے علاوہ ان میں سیدنا ابوبکر تھے اور آپ کے اہل بیت میں سے سیدنا علی بن ابی طالب، اور عباس بن عبد المطلب، ان کے بیٹے فضل، ابوسفیان بن حارث، ان کے بیٹے ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہم اور کچھ دیگر صحابہ شامل تھے۔

(سیرۃ ابن ہشام: 289/2، وتاریخ الطبری: 128/3، وغیرہما۔)

سیدنا عمر فاروق بحیثیت راوی حدیث

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی مجلس میں بڑے ادب اور دھیان سے بیٹھتے تھے۔ مسائل کی وضاحت طلب فرماتے اور ہر خاص و عام معاملہ کی اچھی طرح تحقیق کرتے تھے۔ انہوں نے نبی ﷺ سے پانچ سو انتالیس 539 احادیث روایت کی ہیں۔ ایک دوسری روایت کے مطابق یہ تعداد پانچ سو سینتیس 537 ہے۔ ان میں سے صحیح بخاری میں چونتیس 34 اور صحیح مسلم میں اکیس روایات موجود ہیں۔ چھبیس 26 روایات ایسی ہیں جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں موجود ہیں اور بقیہ روایات دیگر کتب حدیث میں موجود ہیں۔

(عمر بن الخطاب للدكتور علي الخطيب، ص 109، 112)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب اور کنیت

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ کعب بن لؤی بن غالب پر پہنچ کر ایک ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسلام قبول کرنے کے بعد کئی صحابہ کے نام تبدیل کیے یعنی ان کے نام اسلامی تعلیمات کے مطابق نہیں تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا نام زمانہ جاہلیت میں عمر تھا اور اسلام قبول کرنے کے بعد بھی یہی رہا۔ ان کی کنیت ابو حفص تھی۔ یہ کنیت رسول اللہ ﷺ نے انہیں غزوہ بدر والے دن عطا فرمائی۔ آپ کا لقب فاروق تھا۔ اس لقب کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ میں سب کے سامنے اپنے اسلام لانے کا اعلان کیا اللہ تعالیٰ نے ان کی وجہ سے کفر اور ایمان کے درمیان واضح فرق اور امتیاز پیدا کر دیا۔

(الشیخان ابوبکر و عمر براویة البلاذری ص: 2271)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اللہ ﷺ کا تحفہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو ریشم کا حلہ فروخت کرتے ہوئے دیکھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اچھا لگا تو اس تاجر کو لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! اسے خرید لیجیے تاکہ وفود کی آمد کے وقت آپ ﷺ اسے پہن سکیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا يَلْبَسُ الْحَرِيرَ مَنْ لَا خَلَقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ

”ریشم تو وہ پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو۔“

کچھ عرصہ بعد نبی کریم ﷺ نے اسی جیسا ایک حلہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اسے اٹھائے ہوئے نبی ﷺ کے حضور پیش ہوئے اور عرض کیا:

بَعَثْتَ إِلَيَّ بِهِدِيهِ وَقَدْ قُلْتَ فِي حُلَّةِ عَطَارِدٍ مَا قُلْتَ؟

”آپ نے یہ لباس مجھے بھیج دیا، حالانکہ آپ نے عطاردی ریشمی حلے کے بارے میں یہ اور یہ الفاظ ارشاد فرمائے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا بَعَثْتُ إِلَيْكَ لِتُصِيبَ بِهَا مَالًا

”میں نے اس لیے یہ بھیجا کہ تم اس کے ذریعے کچھ مال حاصل کر سکو۔“

ایک روایت میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے ایک غیر مسلم بھائی کو مکہ ارسال کر دیا۔

صحیح مسلم، حدیث: 2068، صحیح البخاری، حدیث: 5981۔

سیدنا عمر کی فقہی بصیرت

اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن اپنی قوم کے سرداروں میں سے تھے۔ یہ ایک مرتبہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: خلیفۃ المسلمین! ہمارے قریب ایک سنگلاخ زمین ہے۔ اس میں گھاس کی پتی بھی پیدا نہیں ہوتی اور نہ ہی کوئی اور مفید چیز اُگتی ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو وہ زمین ہمیں الاٹ کر دیں تاکہ ہم وہاں کھیتی باڑی کر سکیں۔ ہو سکتا ہے مستقبل میں وہ زمین نفع مند ثابت ہو۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے گرد بیٹھے احباب سے مشورہ طلب فرمایا۔ لوگوں نے الاٹ کرنے کا مشورہ دے دیا، چنانچہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اس کی منظوری دے دی۔ اور ایک تحریر لکھ دی جس پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی گواہی ڈال دی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس وقت موجود نہ تھے۔

وہ دونوں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تاکہ بطور گواہ انہیں اس معاہدے کا پابند کیا جاسکے۔ جس وقت وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، اس وقت وہ اپنے ایک اونٹ کو تیل مل رہے تھے۔ دونوں نے کہا: اے عمر! آپ کو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک معاہدے کا گواہ مقرر کیا ہے۔ اب یہ معاہدہ ہم آپ کو پڑھ کر سنائیں یا آپ خود پڑھ لیں گے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم مجھے دیکھ رہے ہو کہ میں مصروف ہوں۔ تم چاہو تو پڑھ کر سنا دو یا انتظار کرو کہ میں فارغ ہو کر پڑھ لوں۔ کہنے لگے کہ ہم آپ کو پڑھ کر سناتے ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ معاہدہ سنا تو اسے ان کے ہاتھوں سے لے کر مٹا دیا۔ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر سخت ناراض ہوئے اور کچھ نازیبا الفاظ بھی سنا دیے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ تم دونوں سے تالیف قلب فرماتے تھے۔ ان دنوں ہماری کچھ مجبوریاں تھیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو طاقت اور عزت عطا فرمادی ہے، اس لیے تم دونوں واپس جاؤ اور اپنی محنت کرو۔ اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم دونوں کے لیے کوئی رعایت نہیں ہے۔

وہ دونوں حیرانی اور پریشانی کی حالت میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض

کیا: ہمیں یہ معلوم نہیں کہ خلیفہ آپ ہیں یا عمر۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اگر وہ تسلیم کر لیتے تو وہی خلیفہ ہوتے۔ اسی دوران میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی وہاں پہنچ گئے۔ وہ غصے میں تھے۔ آتے ہی سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: مجھے یہ بتائیے کہ جو زمین آپ نے ان دونوں کو الاٹ کی ہے وہ آپ کی ملکیت ہے یا تمام مسلمانوں کی؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سب مسلمانوں کی! سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

آپ نے یہ زمین صرف ان دونوں کو کیوں الاٹ کر دی؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنے ارد گرد بیٹھے احباب سے مشورہ کیا تھا۔ وہ سب یہ زمین انہیں الاٹ کرنے پر راضی تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر یہ چند لوگ راضی ہو بھی گئے تو اسے تمام مسلمانوں کی رضا کیسے سمجھا جاسکتا ہے؟ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عمر! میں نے اس وقت تم سے کہا تھا کہ اس امر خلافت میں تم مجھ سے زیادہ قوی ہو لیکن تم نے ہی مجھے اس کام کے لیے مجبور کیا۔

(محض الصواب فی فضائل امیر المؤمنین عمر بن الخطاب: 262/1-)

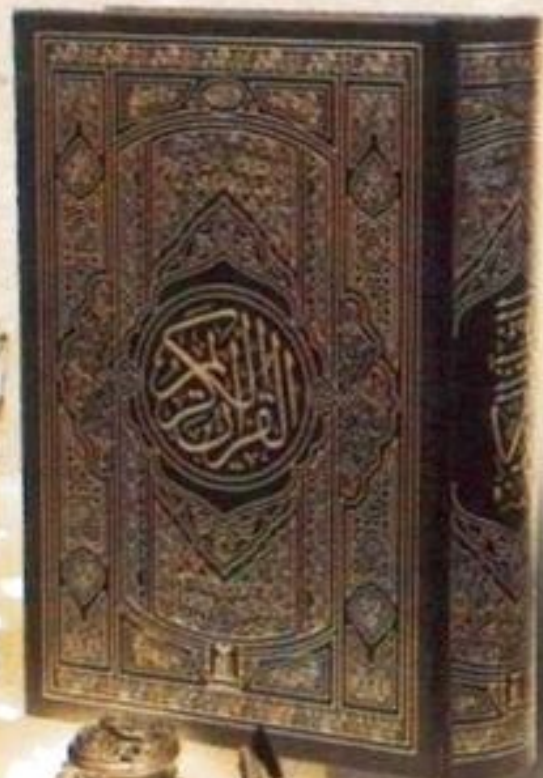
قارئین کرام: یقیناً سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے فیصلے کو واپس لے لیا۔ اور اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بلاشبہ خلفائے راشدین کے زمانے میں اسلامی ریاست کا دار و مدار شورائی نظام پر تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے خلفاء ہر چھوٹے بڑے معاملہ میں مسلمانوں سے مشورہ لیا کرتے تھے اور وہ اپنے بھائیوں سے مشورے کے بغیر قطعی فیصلہ کرنے سے گریز کرتے تھے۔

مذکورہ بالا واقعہ سے ہمیں یہ بھی پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں زکاۃ کے جو آٹھ مصارف بیان کیے ہیں ان میں ایک ”مؤلفۃ القلوب“ بھی ہے۔ خلفاء یا حُجَرِیہ فیصلہ کرنے کے مجاز ہیں کہ ان حالات میں تالیف قلب کی مد میں کچھ دینے کی ضرورت ہے یا نہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مطابق اُس وقت تالیف قلب کے طور پر انہیں یہ زمین الاٹ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اُن کے نقطہ نظر سے

اتفاق کیا۔

(استخلاف ابی بکر الصدیق لجمال عبدالہادی، ص 166، 167)



بیٹے کی حوصلہ افزائی

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ایک مرتبہ نبی ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے تو آپ ﷺ نے حاضرین کے سامنے ایک سوال رکھا:

”ایک درخت ہے اس کی مثال مؤمن کی سی ہے۔ اس کے پتے کبھی نہیں گرتے۔ بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟“

لوگ جنگل کے درختوں کے بارے میں سوچنے لگے۔ عبداللہ بن عمر کہتے ہیں میرے دل میں خیال آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن میں حیا کی وجہ سے خاموش رہا۔

لوگوں نے کہا: اللہ کے رسول! آپ ہی فرمائیے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے۔

عبداللہ فرماتے ہیں: میرے دل میں کھجور کے درخت کا جو خیال آیا تھا اس کا تذکرہ میں نے اپنے باپ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کیا تو انہوں نے فرمایا:

”بیٹا! اگر تم جواب دے دیتے تو یہ میرے لیے بڑے بڑے خزانوں سے بڑھ کر ہوتا۔“

(صحیح البخاری، حدیث: 131۔)

اپنی جان سے بڑھ کر عزیز

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ایمانی مرتبے کے بارے میں عبداللہ بن ہشام فرماتے ہیں: ہم ایک دفعہ نبی ﷺ کے ساتھ تھے۔ نبی ﷺ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول!

”آپ مجھے اپنی جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں۔“

نبی ﷺ نے فرمایا:

”نہیں عمر! ایسے تو بات نہیں بنے گی۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جب تک تم مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ سمجھو (تمہارا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا)۔“

یہ سننے کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

”اللہ کے رسول! اب تو آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

الآنَ يَا عُمَرُ۔

”اب بات بنی ہے اے عمر!“

(صحیح البخاری، حدیث: 6632)

جنت کے محل کی بشارت

اللہ کے رسول ﷺ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت سے نوازا۔ آئیے اس بارے میں ایک حدیث پڑھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہوا۔ اچانک میری ملاقات ابوطحہ کی بیوی رُمیصاء (ام سلمہ رضی اللہ عنہا) سے ہوئی، پھر میں نے پاؤں کی آہٹ سنی۔ میں نے کہا: یہ کس کے چلنے کی آواز ہے؟ مجھ سے کہا گیا: یہ بلال ہیں۔“

کہا گیا: یہ بلال ہیں۔

پھر میں نے ایک محل دیکھا۔ اس کے صحن میں ایک لڑکی تھی۔ میں نے پوچھا: یہ کس کا ہے؟ جواب ملا: یہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا محل ہے۔

فَارَدْتُ أَنْ أَدْخُلَهُ فَأَنْظُرَ إِلَيْهِ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَكَ

میں نے اس محل کو دیکھنے کے لیے اندر جانے کا ارادہ کیا لیکن اے عمر! تیری غیرت نے میرے قدم روک لیے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ پر میرے ماں باپ قربان! کیا میں آپ کے بارے میں غیرت کا اظہار کرتا؟!!!

(صحیح مسلم، حدیث: 2394۔)

دور جاہلیت میں عمر رضی اللہ عنہ کی خوبیاں

اس میں شک نہیں کہ جاہلی دور میں اونٹ چرانے کی وجہ سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ میں بہت سی خوبیاں، مثلاً: تحمل، طاقت، زور آزمائی اور جنگجوئی پیدا ہو گئی تھیں۔ یہاں یہ بھی جان لینا چاہیے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں صرف اونٹ یا بکریاں ہی نہیں چراتے تھے بلکہ وہ عنقوان شباب ہی میں فنون حرب و ضرب کے ماہر ہو گئے تھے۔ وہ کشتیاں لڑتے تھے۔ گھڑ سواری کے ماہر تھے اور شعر و ادب میں طاق ہو گئے تھے۔ وہ اپنی قوم کی تاریخ اور اس کے تاریخی کردار کو خوب جانتے تھے۔ وہ جاہلیت کے دور میں عرب کی بڑی بڑی منڈیوں عکاظ، مجنہ اور ذوالجواز کا دورہ کرتے تھے اور وہاں سے تجارتی فوائد کے ساتھ ساتھ تاریخ عرب کی معرفت بھی حاصل کرتے تھے۔ سابقہ تاریخ میں گزرے ہوئے باہمی مقابلوں اور مایہ ناز کارناموں کا علم بھی حاصل کرتے تھے کیونکہ ان باتوں کا ذکر منڈیوں میں جمع ہونے والے تمام قبائل کے سامنے ہوتا تھا اور ان امور کو اس دور کے ماہر ادیب اور نقاد خالص ادبی انداز میں پیش کرتے تھے۔

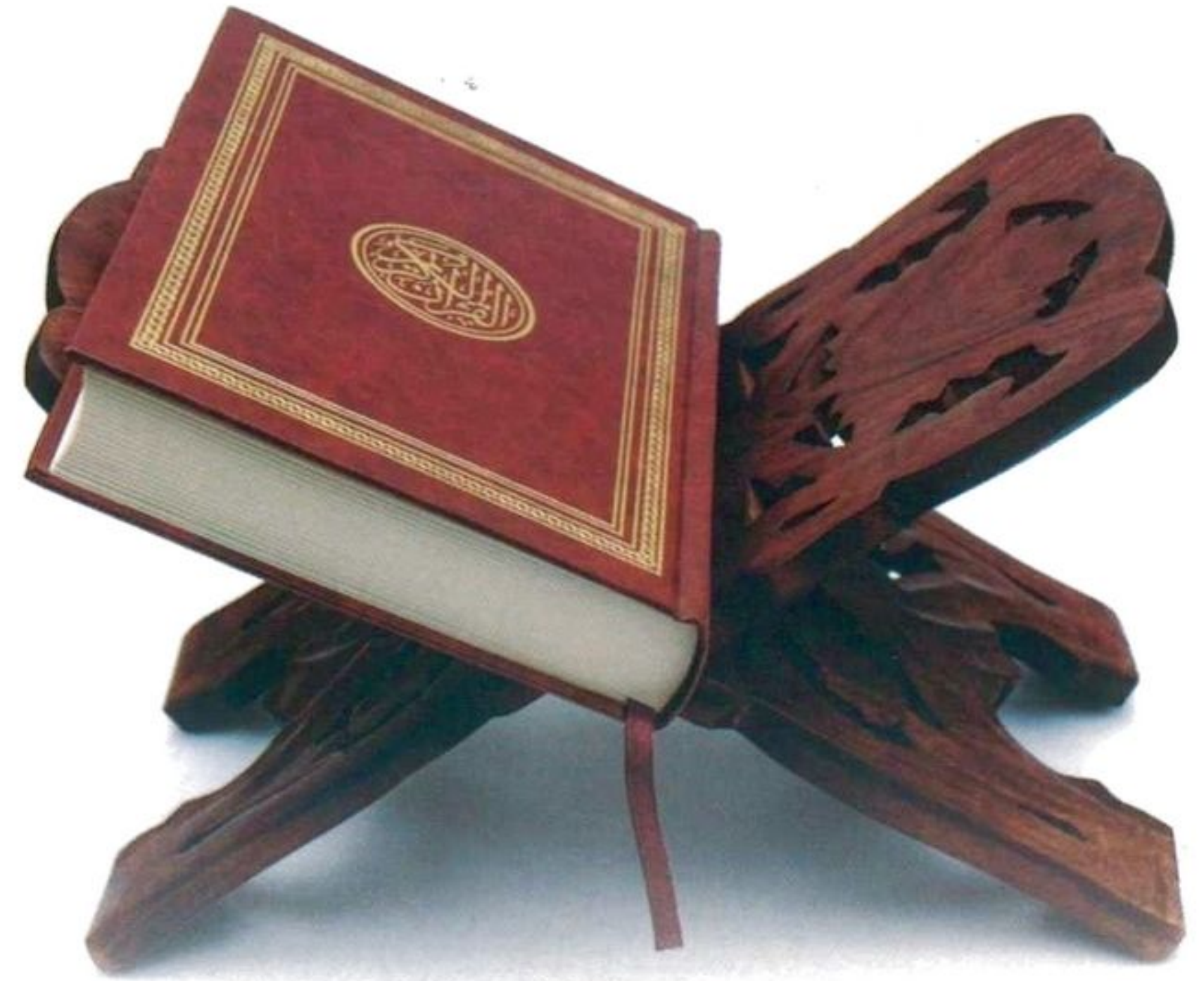
(التاریخ الاسلامی العام: ص 226،

عمر بن خطاب، اللہ کنور علی احمد الخطیب: ص 153)

نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہہ دیا ہے کہ میں کوئی ایسا قدم کس طرح اٹھا سکتا ہوں جو اللہ کے رسول ﷺ نے نہیں اٹھایا۔ لیکن عمر کا اصرار ہے کہ اس کام میں امت کے لیے بہتری ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ کھول دیا ہے یعنی میرے ملاحظات دور ہو گئے ہیں۔ لہذا میری بھی یہی رائے ہے۔ زید! آپ ایک سمجھدار نوجوان ہیں۔ ہمیں آپ پر پورا اعتماد ہے۔ آپ کاتب وحی تھے، اس لیے قرآن کریم کو یکجا کرنے کا کام اپنے ذمہ لیجیے۔ حضرت زید فرماتے ہیں:

فَوَاللَّهِ! لَوْ كَلَّفُونِي نَقْلَ
جَبَلٍ مِنَ الْجِبَالِ مَا كَانَ
أَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا أَمَرَنِي بِهِ
مِنْ جَمْعِ الْقُرْآنِ

”اگر مجھے ایک پہاڑ دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیتے تو مجھے یہ کام اللہ کے کلام کو یکجا کرنے سے زیادہ آسان معلوم ہوتا۔“
(صحیح البخاری، حدیث: 4986-)



قرآن کریم کی تدوین

جنگ یمامہ میں شہید ہونے والوں میں حفاظ کی کثرت تھی۔ ان حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مشورے سے قرآن کریم کو یکجا کرنے کا ارادہ کیا۔ اس وقت قرآن کریم چوڑی ہڈیوں، کھجور کی شاخوں، کپڑوں اور لوگوں کے سینوں میں محفوظ تھا۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کام کی ذمہ داری زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو سونپی۔ حضرت زید فرماتے ہیں: سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جنگ یمامہ کے بعد مجھے بلا بھیجا۔ میں حاضر ہوا۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عمر میرے پاس آئے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ جنگ یمامہ میں بہت سے حافظ قرآن صحابہ رضی اللہ عنہم جام شہادت نوش کر گئے ہیں۔ اگر وہ اسی طرح شہید ہوتے رہے تو ممکن ہے قرآن کریم کا بہت سا حصہ ضائع ہو جائے۔ میری یہ رائے ہے کہ قرآن کریم کو یکجا کر دیا جائے۔ میں

بہترین انتخاب

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تاریخ انسانی میں سے سب سے زیادہ سمجھدار اور صاحب فراست تین افراد تھے:

ایک تو وہ لڑکی تھی جس سے موسیٰ علیہ السلام کی کنویں پر ملاقات ہوئی۔ اس نے کہا تھا: ابا جان! انہیں اجرت پر رکھ لیجیے یہ بہترین شخص ہے؛ اس لیے کہ یہ طاقت ور ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی ایماندار بھی ہے۔

دوسرا وہ شخص جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں کہا تھا: اسے باعزت ٹھکانہ دیں، ہو سکتا ہے یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنا لیں۔

تیسرے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے اپنی دور رس فہم و فراست سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد خلیفہ مقرر کر دیا۔

(مجمع الزوائد: 268/10)

شہادت کے لیے دعا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بدن پر قمیص یا ایک اور روایت کے مطابق کوئی لباس دیکھا تو فرمایا:

أَجْدِيدُ ثَوْبِكَ أَمْ غَسِيلٌ؟

”تمہارا یہ لباس نیا ہے یا دھویا ہوا (پرانا) ہے؟“

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ تو دھویا ہوا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْبَسُ جَدِيدًا، وَعِشْ

حَمِيدًا، وَمُتْ شَهِيدًا

”تو نئے کپڑے پہنے، عزت کی زندگی گزارے اور تجھے شہادت کی موت نصیب ہو۔“

(السلسلة الصحيحة، حدیث: 352)

نیک شگون

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس میدان نہاوند سے ایک آدمی آیا۔ انہوں نے اس سے پوچھا: تیرا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: قریب۔ انہوں نے پھر پوچھا: کس کے بیٹے ہو؟ اس نے جواب دیا: ابنُ ظُفر، ”کامیابی کا بیٹا“ عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے نیک شگون لیتے ہوئے کہا: ان شاء اللہ بہت جلد فتح نصیب ہوگی اور نیکی کرنے کی طاقت اللہ ہی کی توفیق سے ہوتی ہے۔

(عبقریہ عمر، ص: 31)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے شیطان کی مرعوبیت

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قریشی عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ اتنی اونچی آواز میں گفتگو کر رہی تھیں کہ ان کی آوازیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند ہو رہی تھیں۔ جب ان عورتوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تو وہ جلدی سے حجاب میں چلی گئیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو حاضری کی اجازت عطا فرمائی۔ وہ آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ اسی طرح خوش و خرم رکھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”مجھے ان عورتوں پر تعجب ہے جو ابھی میرے پاس بیٹھی تھیں۔ جب انہوں نے تمہاری آواز سنی تو جلدی سے پردے میں چلی گئیں“۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ زیادہ مستحق ہیں کہ آپ سے ڈرا جائے، پھر وہ عورتوں سے مخاطب ہوئے اور کہا:

کیا تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتی؟ عورتوں نے جواب دیا: ہاں، اس لیے کہ آپ تند خو اور سخت غصے والے ہیں۔ یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! مَا لَقَيْكَ

الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا قَطُّ إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ

”خطاب کے بیٹے! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! شیطان اس راستے پر ہرگز نہیں چلتا جس راستے پر تم چلتے ہو (تمہیں دیکھ کر شیطان اپنا راستہ بدل لیتا ہے)۔“

(صحیح مسلم، حدیث: 2396)

ابو مسلم خولانی کے بارے میں سیدنا عمر کے جذبات

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایسی خداداد فراست تھی کہ کسی کو شاذ و نادر ہی نصیب ہوتی ہے۔ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جب اسود غنسی نے یمن میں نبوت کا دعویٰ کیا تو مشہور تابعی ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر لیا۔ آگ کی ایک بڑی خندق تیار کی گئی اور ابو مسلم کو اس میں ڈال دیا گیا۔ لیکن آگ نے ابو مسلم کو کوئی نقصان نہ پہنچایا۔ لوگوں نے اسود غنسی کو مشورہ دیا کہ آپ اس شخص کو جلا وطن کر دیں ورنہ آپ کے پیروکار آپ سے متنفر ہو جائیں گے، چنانچہ ابو مسلم خولانی چھوڑ دیے گئے اور وہ مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔ اپنا اونٹ بٹھایا، پھر مسجد میں داخل ہوئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ لیا۔ وہ آگے بڑھے اور پوچھا:

تم کہاں سے آئے ہو؟ ابو مسلم نے جواب دیا: میں یمن سے آیا ہوں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہ شخص کون ہے جسے غنسی نے آگ میں پھینکا تھا؟ ابو مسلم نے کہا: وہ عبداللہ بن ثوب تھا۔ (یہ ان کا نام تھا جب کہ ابو مسلم کنیت تھی) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ابو مسلم سے کہا: میں تجھے قسم دے کر پوچھتا ہوں: کیا تمہی وہ شخص ہو؟ ابو مسلم نے کہا: ہاں! وہ میں ہی ہوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ابو مسلم سے معافہ کیا اور رو پڑے، پھر انہیں اپنے ساتھ لے گئے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے بٹھایا اور کہا:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يُمِتْنِي حَتَّىٰ أُرَٰنِي فِي

أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ مِّنْ صُنْعٍ بِهِ كَمَا صُنِعَ بِإِبْرَاهِيمَ الْخَلِيلِ

اس اللہ کی تعریف ہے جس نے مجھے اپنی زندگی ہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ایسے فرد سے ملاقات کرا دی جس کے ساتھ ویسا ہی واقعہ پیش آیا جیسا خلیل الرحمن ابراہیم کے ساتھ پیش آیا تھا۔

(سیر أعلام النبلاء، 89/4، الفرقان بین أولياء الرحمن وأولياء الشيطان،

لشيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله: 56/1-57)

آج کسی انسان کی حاکمیت نہیں

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ حج کے لیے تشریف لے گئے اور ضحنان نامی جگہ پر پہنچے تو بلند آواز سے کہنے لگے:

اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ انتہائی بلند اور عظیم ہے۔ جسے چاہتا ہے اور جو چاہتا ہے مرحمت فرماتا ہے۔ میں اس وادی میں اپنے والد خطاب کے اونٹ چرایا کرتا تھا۔ ان دنوں میں بہت بڑا کوٹ نما جبہ پہنا کرتا تھا۔ خطاب بہت سخت گیر تھا۔ مجھ سے اتنا کام لیتا کہ میں تھک جاتا۔ کوئی کوتاہی ہو جاتی تو وہ مجھے مارتا تھا، لیکن آج میرے اور اللہ کے درمیان کسی انسان کی حاکمیت نہیں ہے۔

(الفاروق مع النبی للدكتور عاطف لماضه، ص: 5)

■ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے 63 سالہ زندگی پائی
حسن اتفاق دیکھیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر
صدیق رضی اللہ عنہ کی عمر بھی وفات کے وقت 63 سال
تھی۔



■ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ دانا، فصیح و بلیغ، صائب الرائے، طاقتور، بردبار اور شریف النفس تھے۔ اُن میں دوسروں کو قائل کرنے کی بڑی صلاحیت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ قریش نے انہیں اپنا سفیر مقرر کر رکھا تھا اور جب کسی قبیلے سے قریش کے مفاخر بیان کرنے کا مقابلہ ہوتا تھا تو اس کام کے لیے سیدنا عمر فاروق کو منتخب کیا جاتا۔

(الخليفة الفاروق للدكتور العاني: ص 16)

معاذ رضی اللہ عنہ کی یمن سے واپسی پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی رائے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ نے یمن کا حاکم اور قاضی بنا کر بھیجا۔ وہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں یمن میں مقیم رہے۔ انہوں نے یمن میں بہت سی دعوتی خدمات انجام دیں اور مرتدین کے خلاف جہادی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیا۔ وہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد مدینہ آئے۔ انہوں نے قیام یمن کے دوران وہاں کاروبار بھی کیا ہوگا۔ جس سے آپ کو منافع بھی حاصل ہوا اور آپ کی مالی پوزیشن بہتر ہو گئی۔ جب واپس آئے تو یہ مال و متاع ہمراہ تھا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ آپ معاذ رضی اللہ عنہ سے ان کی ضرورت کی چیزوں کے سوا باقی سارا مال واپس لے لیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

معاذ رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے یمن بھیجا تھا تا کہ اس کی ضروریات پوری ہو جائیں۔ اب میں اس سے کچھ نہ لوں گا۔ ہاں اگر وہ اپنی مرضی سے دے دیں تو اور بات ہے۔

یمن کے شہر صنعاء کے داخلی دروازے کی ایک پرانی تصویر

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنی رائے درست سمجھتے تھے۔ وہ خود معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس جا پہنچے تا کہ معاذ رضی اللہ عنہ کو راضی کر لیں۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے جو چیز عطا فرمائی ہے۔ اب میں اس میں تبدیلی نہیں کر سکتا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ پر کوئی سختی کروانے کے حق میں نہ تھے۔ وہ تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور تمام مسلمانوں کی حقیقی خیر خواہی کے خواہش مند تھے۔ معاذ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے کو قبول نہ کیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ وہ معاذ رضی اللہ عنہ کو مجبور نہیں کر سکتے۔ وہ ان کا جواب سن کر خاموشی سے واپس آ گئے کیونکہ وہ اپنا فرض ادا کر چکے تھے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پلٹنے کے بعد سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: میں نے آپ کی بات مان لی ہے۔ میں آپ کی رائے پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوں۔ دراصل میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں گہرے پانی میں غوطے کھا رہا ہوں۔ عمر! آپ نے مجھے ڈوبنے سے بچایا، پھر سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئے اور کوئی ایک بھی چیز رکھے بغیر سب کچھ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو چیز میں تمہیں ہبہ کر چکا ہوں وہ تم سے واپس نہیں لینا چاہتا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: هَذَا حِينَ حَلَّ وَ طَابَ۔ ”ایسا اس وقت ہونا چاہیے جب وہ چیز جائز اور حلال ہو۔“

(شہید المحراب: ص 69 نقلاً عن الاستيعاب: 338/3۔)



نبی کریم ﷺ کی وفات کا صدمہ

ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھے انس رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو لوگوں نے رونا شروع کر دیا۔ سیدنا عمر فاروق کی نبی کریم سے عقیدت اور محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ کا دل اس بات کو قبول کرنے پر آمادہ ہی نہ ہو سکا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی وفات بھی ہو سکتی ہے۔ بوجھل طبیعت کے ساتھ آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر کہا: ”میں کسی کو یہ کہتے نہ سنوں کہ محمد ﷺ کا انتقال ہو گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو چالیس دن کے لیے بلایا تھا، اسی طرح آپ ﷺ کو چالیس دن کے لیے بلایا ہے اور مجھے امید ہے کہ جن لوگوں کا گمان ہے محمد ﷺ وفات پا گئے ہیں، آپ ﷺ واپس آ کر ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیں گے۔“

(تاریخ الإمام الطبری: 197/3)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سخی کے علاقے سے تشریف لائے۔ آپ گھوڑے پر سوار تھے۔ آپ اتر کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حجرے میں تشریف لیے گئے اور تیمم کر کے رسول اللہ ﷺ کی طرف بڑھے۔ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک یمنی چادر سے ڈھکا ہوا تھا۔ آپ نے وہ چادر اٹھائی اور رسول اللہ ﷺ کے چہرے کو بوسہ دیا پھر فرمایا: ”میرے ماں باپ آپ پر

قربان ہوں، اللہ کی قسم! اللہ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا اور جو موت اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے لکھی تھی، وہ آپ کو آچکی ہے۔“

(صحیح البخاری: 4454)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو سیدنا عمر لوگوں کے سامنے تقریر کر رہے تھے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”عمر! بیٹھ جاؤ۔“ لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تقریر جاری رکھی۔ لوگ سیدنا عمر کو چھوڑ کر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اے لوگو! تم میں سے جو محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا، وہ جان لے کہ محمد ﷺ وفات پا چکے ہیں، اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا، تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے زندہ ہے اور وہ کبھی نہیں مرے گا۔“ پھر آپ نے قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ

أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَلَنُيَضِّرَنَّ اللَّهُ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ﴾

”اور محمد (ﷺ) اللہ کے ایک رسول ہی تو ہیں آپ سے پہلے کئی رسول گزر چکے، تو کیا اگر وہ فوت ہو جائیں، یا انہیں قتل کر دیا جائے تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے اور جو اپنی ایڑیوں پر پھر جائے گا تو وہ اللہ کو ہرگز کچھ نقصان نہیں پہنچائے گا اور اللہ شکر کرنے والوں کو جلد جزا دے گا۔“ آل عمران: 144۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما مزید بیان کرتے ہیں: ”اللہ کی قسم! ایسا لگا کہ لوگوں کو اس آیت کا علم ہی اس وقت ہوا جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ بس پھر کیا تھا..... ہر شخص یہی آیت تلاوت کر رہا تھا۔“

سعید بن مسیب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! یہ آیت سن کر ایسا لگا جیسے میری ٹانگوں میں جان ہی نہیں ہے۔ میری ٹانگوں نے میرا ساتھ چھوڑ دیا اور میں زمین پر گر پڑا۔“ مطلب یہ کہ سیدنا صدیق اکبر کا خطاب سننے کے بعد سیدنا عمر فاروق کو بھی بات سمجھ آ گئی اور انہیں یقین ہو گیا کہ واقعی اللہ کے رسول ﷺ وفات پا چکے ہیں۔

(صحیح البخاری، حدیث: 4454)

سیدنا عمر فاروق کا قائدانہ کردار

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ انتہائی زیرک اور دوراندیش تھے۔ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد خلیفہ کی نامزدگی کے معاملے کو ہی دیکھ لیں۔ انصار مشاورت کے لیے سقیفہ بنو ساعدہ میں جمع ہوئے۔ سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بھی وہاں پہنچ گئے۔ انصار نے تجویز دی: ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر تم میں سے ہونا چاہیے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کرنا چاہی لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں خاموش رہنے کی تاکید کی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: اس وقت میں نے اپنے دل میں اس موقع کے لیے بہت عمدہ گفتگو سوچ رکھی تھی۔ میں چاہتا تھا کہ مجھ سے پہلے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ گفتگو نہ کریں تاکہ میں اپنی بات کہہ سکوں۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بہت عمدہ باتیں ارشاد فرمائیں کہ اے انصار! ہم امراء کا منصب سنبھالتے ہیں اور تم

وزراء کا منصب سنبھالو۔ یہ سن کر حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے کہا: ایسا نہیں ہونا چاہیے بلکہ ایک امیر ہم میں سے اور ایک تم میں سے ہوگا، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ فرمایا: نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا بلکہ خلیفہ ہم مہاجرین میں سے ہی ہوگا۔ اور تم منصب وزارت پر فائز رہو گے کیونکہ اہل عرب قریش کے علاوہ کسی اور کی سیادت تسلیم نہیں کریں گے۔ سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ رسول اللہ کا فرمان ہے:

”حکمران قریش میں سے ہوں گے“۔ یہ سننا تھا کہ سب نے سر تسلیم خم کر دیئے۔

اب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گویا ہوئے: تم لوگ عمر یا ابوعبیدہ میں سے کسی ایک کے ہاتھ پر بیعت کر لو۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے معاملے کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے سوچا کہ اس معاملے میں تاخیر سے اس اتفاق رائے میں خلل آ سکتا ہے انہوں نے فیصلہ کن انداز میں کہا:

بَلْ نُبَايِعُكَ أَنْتَ، أَنْتَ سَيِّدُنَا وَخَيْرُنَا وَأَحَبُّنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

”نہیں، ہم تو آپ ہی کی بیعت کریں گے۔ آپ ہمارے سردار ہیں۔ ہم میں سے افضل ترین ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نبی ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔“

یہ کہہ کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور بیعت کر لی، پھر تمام حاضرین نے بیعت کر لی۔ بعد کے واقعات نے ثابت کیا کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا انتخاب نہایت عمدہ اور بر محل تھا۔

(صحیح البخاری، حدیث: 3668۔)



مسجد نبوی میں واقع ریاض الجنۃ اور محراب رسول ﷺ کا ایک خوبصورت منظر

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نامزدگی کے لیے مشاورت

جب تک سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ رہے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان کے وزیر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آخری دفعہ بیمار پڑے تو آپ کو خیال آیا کہ ایسا نہ ہو کہ میں کسی کو خلیفہ متعین کیے بغیر دنیا سے چلا جاؤں اور پھر وہی کچھ ہو جو سقیفہ کے دن ہوا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ آپ کسی خاص شخص کو بھی خلیفہ متعین کرنا نہیں چاہتے تھے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے مرض وفات میں کسی کو خلیفہ متعین نہیں کیا تھا۔

چنانچہ آپ نے لوگوں کو جمع کیا، سیدنا صدیق اکبر تکلیف اور بیماری کے باوجود اپنی ذمہ داریوں سے غافل نہیں تھے۔ لوگوں کو جمع کرنے کے بعد آپ نے خلافت سے دست برداری کا اعلان کیا اور انہیں اپنے لیے خلیفہ چننے کو کہا۔

آپ نے فرمایا: ”تم لوگوں کو میری بیماری کا بخوبی علم ہے۔ میرا خیال کہ میں اس بیماری سے زندہ بچ پاؤں گا۔ میں نے تمہیں اپنی اطاعت سے آزاد کر دیا ہے، اب تمہیں اختیار ہے کہ تم جس کو چاہو خلیفہ منتخب کر لو۔ اگر تم میری زندگی ہی میں خلیفہ چن لو گے تو یہ زیادہ مناسب ہوگا۔ اس طرح میری وفات کے بعد تمہارے درمیان اختلاف و انتشار پیدا نہیں ہوگا۔“

آپ کی بات سن کر لوگوں نے مشورے شروع کیے لیکن کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے، چنانچہ سب نے مل کر جانشین خلافت کا معاملہ سیدنا ابوبکر صدیق کی صوابدید پر چھوڑ دیا۔ آپ نے کبار صحابہ کرام سے مشورے کیے۔ سب سے پہلے آپ نے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بلایا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کی رائے پوچھی۔ عبدالرحمن بن عوف نے فرمایا: ”آپ مجھ سے جو سوال بھی کریں گے، اس کا جواب آپ مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں۔“

سیدنا ابوبکر بولے: ”اگرچہ....“ ابھی آپ نے اتنا ہی کہا تھا کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: ”اللہ کی قسم! وہ آپ کے اندازے سے کہیں زیادہ بہتر ہیں۔“

عبدالرحمن بن عوف کے بعد آپ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت فرمایا۔ عثمان رضی اللہ عنہ بولے: ”جہاں تک مجھے علم ہے ان کا باطن ان کے ظاہر سے کہیں زیادہ اچھا ہے اور ہم میں ان کے جیسا متقی، پرہیزگار شخص موجود نہیں ہے۔“

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ اگر آپ ان کا نام نہ بھی لیتے تو بھی میں آپ کی مخالفت نہ کرتا۔“

اس کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق نے سعید بن زید، اسید بن حضیر و دیگر مہاجرین و انصار صحابہ کی رائے لی۔ سیدنا اسید رضی اللہ عنہ کا کہنا تھا: ”اے اللہ ان کو بہتر سے بہتر شخص منتخب کرنے کی توفیق عطا فرما۔ ابوبکر صدیق کے بعد مسند خلافت پر جو بھی آئے گا، وہ عمر فاروق سے بہتر نہیں ہو سکتا۔“

بعض صحابہ کرام نے چند ایسے لوگوں سے، جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے کے مخالف تھے، ایسی چند باتیں سنیں جو سیدنا عمر کی نامزدگی کے حق میں نہ تھیں۔ یہ حضرات جب ان لوگوں کے پاس گئے تو ان میں سے ایک نے کہا: ”جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تم سے عمر کو خلیفہ بنانے کے بارے میں پوچھے گا تو کیا کہو گے، جبکہ تمہیں ان کی سختی اور شدت کا بخوبی علم ہے اور اگر وہ خلیفہ بن گئے، تو لوگوں سے اور زیادہ سختی سے پیش آئیں گے۔“ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ باتیں سن رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ”مجھے بٹھا دو۔ بیٹھنے کے بعد آپ نے فرمایا: ”کیا تم مجھے اللہ سے ڈرا رہے ہو۔ ڈرنا اسے چاہیے جو اپنے عہد خلافت میں عدل و انصاف سے کام نہ لے۔ اے اللہ! میں نے تیرے بندوں پر بہترین شخص کو خلیفہ بنایا ہے۔“

اس کے بعد آپ نے اس شخص سے فرمایا: ”میری طرف سے یہ بات لوگوں کو پہنچا دو۔“ پھر آپ لیٹ گئے، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور ان کو سیدنا عمر کے خلیفہ بننے کی وصیت لکھوائی۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ آپ نے مذکورہ بالا فیصلہ بحیثیت خلیفہ کے نہیں کیا، بلکہ اس فیصلے کی وجہ یہ تھی کہ تمام مسلمانوں نے مل کر آپ کو خلیفہ منتخب کرنے کا اختیار دیا تھا۔